ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان
11 محرم الحرام ۱۴۳۵ھ —— نومبر ۲۰۱۳ء

مومنینِ اہلِ سنت کو
اسلامی سالِ نو ۱۴۳۵ ہجری مبارک ہو

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ و رضوانہ علیہما

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظر علی المرتضیٰ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجّد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارے نہیں سورۃ بقر ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا.......

''جس نے ان کے ساتھ محبّت کی اس نے میرے ساتھ محبّت کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض وعناد رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا'' (مشکوٰۃ، الفصل الاول، صفحہ ۵۶۸)

''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، جس نے ان سے محبّت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبّت فرمائے گا'' (مشکوٰۃ، الفصل الاول، صفحہ ۵۷۱)

آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبّتوں کا مرکز و محور ہے

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت' منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آجاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انھوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حُسین فرعِ رسالت، حُسین سبطِ رسول، حُسین حوصلے کی علامت، حُسین صبر کا معیار، حُسین ہاشمی غیرت کا جاگتا کردار

آلِ نبی، اولادِ علی، ابنِ امیر شریعت، حضرت مولانا
سید عطاء المحسن بخاری حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ

- امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
- شہیدِ غیرت، نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما
- دجّال قادیاں کی تحریفات اور کذب بیانیاں
- قادیانیت آغا شورش کاشمیری کی شاعری کے آئینہ میں
- وزیر اعظم کا دورۂ امریکہ......؟
- ملالہ اور اس کے پرموٹرز
- ''شیزان''......اپنی خریداری کا جائزہ لیں
- برونائی میں اسلامی قوانین کا نفاذ، پاکستان کے لیے لمحۂ فکریہ

تمام مسلمانوں کو اسلامی سالِ نو 1435ھ مبارک

40 چالیسویں سالانہ

مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

بیاد

سبطِ رسول، پورِ بتول، ریحانۃ النبی

شہیدِ کربلا، قتیلِ سازشِ ابنِ سبا

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ و رضوانہ علیہما

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

10 محرم 1435ھ 11 بجے دن تا نمازِ عصر

تاریخ و سیرت
کی روشنی میں
بارگاہِ حسینی میں
ہدیہ عقیدت و محبت
تذکار و افکارِ حسین رض
اور حقیقت حادثہ کربلا
بیان کریں گے

بانی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی خطاب

ابن امیر شریعت
آلِ نبی، اولادِ علی
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

منظوم خراجِ عقیدت • حافظ محمد اکرم احرار • شیخ حسین اختر لدھیانوی

شعبہ نشر و اشاعت

مجلسِ محبانِ آلِ و اصحابِ رسول ❖ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 24 شمارہ 11 محرم الحرام 1435ھ —— نومبر 2013ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

فیضانِ نظر ——
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ——
ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول ——
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر ——
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین ——
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر ——
محمد یوسف شاد 0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	وزیر اعظم کا دورۂ امریکہ ......؟	مدیر	2
شذرات:	دہشت گرد کون؟ برونائی میں اسلامی قوانین کا نفاذ، مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز کا خطبۂ حج	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	"کلمہ پڑھا ہوا ہے"	عاطف بیگ	6
״	ملالہ اور اس کے پرموٹرز	اوریا مقبول جان	8
״	کیا یہ وہی ملالہ ہے؟	انصار عباسی	11
״	"شیزان" ...... اپنی خریداری کا جائزہ لیں	ام عبد منیب	13
دین و دانش:	امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حیات مبارکہ کے چند گوشے	محمد عرفان الحق	17
״	دشمنانِ امام مظلوم سیدنا عثمان کا عبرتناک انجام	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	22
״	شہیدِ غیرت، نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما شخصیت و کردار	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	26
״	واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر ...... کا افتتاحیہ	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	37
الافادہ:	سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں استفسار اور اس کا جواب	حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ	44
״	عکسِ تحریر	حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ	46
ادبیات:	شہیدِ تیغ ابن سبا، امام مظلوم، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	امام اہل سنت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	47
״	منقبت در مدح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	محمد سلمان قریشی	48
״	قادیانیت آغا شورش کاشمیری کی شاعری کے آئینہ میں (آخری قسط)	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	49
یادرفتگان:	"میرا منّا" ......! سید محمد ذوالکفل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	سیدہ اُمّ ذوالکفل رحمۃ اللہ علیہا	54
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	مبصر: ڈاکٹر محمد عمر فاروق	57
مطالعۂ قادیانیت:	دجالِ قادیاں کی تحریفات اور کذب بیانیاں	حافظ عبیداللہ	58
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

زرِ تعاونِ سالانہ

اندرونِ ملک —— -/200 روپے
بیرونِ ملک —— -/4000 روپے
فی شمارہ —— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات
مدیر

وزیراعظم کا دورۂ امریکہ......؟

وزیراعظم نواز شریف امریکہ کا دورکر کے وطن واپس تشریف لا چکے ہیں۔ وہ ستمبر میں بھی امریکہ گئے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کے بعد لوٹ کے...... گھر آ گئے۔ تب اوباما کے پاس نواز شریف سے ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ وہ بھارتی وزیراعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ اور ہرتھو پھتو سے ملے مگر نہیں ملے تو نواز شریف سے نہیں ملے۔ انہیں اکتوبر میں ملاقات کے لیے طلب کیا گیا اور نواز شریف سر کے بل چل کے گئے۔ اُن کا امریکہ جانا آنا براستہ انگلینڈ ہی ہوتا ہے۔ امریکہ سے واپس آئے ہی تھے کہ پھر انگلینڈ کے دورے پر چلے گئے۔

معیشت کا پہیہ پہلے ہی جام ہے جب کہ دو مہینوں میں دو دفعہ امریکہ جانے آنے پر جتنے مصارف آئے وہ عام آدمی کے تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ ان دوروں کے نتائج ملک کے حق میں حاصل نہ ہوں تو انہیں سرکاری خزانے پر بوجھ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

وزیراعظم نواز شریف نے پاکستان کی خودمختاری و سلامتی، ڈرون حملوں، طالبان سے مذاکرات اور امریکہ سے تعلقات کے علاوہ کئی اہم عنوانات پر صدر اوباما کے سامنے کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ لیکن امریکہ کا ردِّعمل کیا تھا؟ اس سوال کا جواب نواز شریف ہی دے سکتے ہیں۔ ہر محبِّ وطن پاکستانی کے نزدیک دوطرفہ عزت و وقار کے بغیر امریکہ سے تعلقات خوش فہمی بلکہ خود فریبی ہے۔ ویسے سمجھنے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ نواز شریف کہہ رہے ہیں ''ڈرون حملے جلد بند ہو جائیں گے'' اور اوباما انتظامیہ کہہ رہی ہے کہ ''جاری رہیں گے۔''

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے انکشاف پر پاکستانی قیادت، مذہبی جماعتوں اور عوام کو توجہ دینی چاہیے کہ ''کئی ڈرون حملے پاکستان کی درخواست پر کیے جاتے ہیں۔''

یہ فرمائشی ڈرون حملے سابق آمر مسٹر پرویز مشرف نے امریکہ سے خفیہ معاہدے کے تحت آغاز کرائے، پی پی دورِ حکومت میں بھی پالیسیاں جاری رہیں لیکن نیٹو سپلائی روکنے کے اقدام سے امریکہ ناراض ہو گیا۔ اب یہ سب کچھ نواز شریف کے دورۂ امریکہ کے متصل بعد منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ امریکہ نے جو کچھ نواز شریف کو دیا ہے اور جو کچھ ممکنہ طور پر آئندہ دینا ہے، اس سے زیادہ وہ پہلے ہی لے چکا ہے اور اس وصول کردہ قیمت پر عدمِ اطمینان کرتے ہوئے ''ڈومور'' کا

تقاضائے پیہم بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

پاکستان کو دہشت گردی کی طرف دھکیلنے والا خود امریکہ ہے اور اب افغانستان میں اپنی واضح اور عبرتناک شکست کا بدلہ پاکستان سے لینا چاہتا ہے۔ پاکستان کا ایک ناکام ریاست کے طور پر ڈکلیئر ہونا ایک بھیانک خواب کے طور پر ہر صاحب شعور کے سامنے ہے۔ جب تک امریکہ افغانستان میں ہے، پاکستان اُس کی کچھ نہ کچھ ضرورت اور مجبوری ہے۔ حکمران اِس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکتے ہیں ورنہ امریکہ کا جھکاؤ بھارت کی طرف زیادہ ہے اور وہ خطے میں بھارت کو ہی چودھری بنانا چاہتا ہے۔

کشمیر کا مسئلہ انگریزوں، ہندوؤں اور قادیانیوں کی مشترکہ سازش کے نتیجے میں ۱۹۴۷ء میں ہمیں ورثے میں ملا۔ اب امریکہ نے بھی اس کے حل میں مدد دینے کی ہماری درخواست مسترد کر دی ہے۔ اوباما نے نواز شریف کو واضح طور پر کہا کہ پاکستان اور بھارت مل بیٹھ کر باہمی مذاکرات کے ذریعے اس مسئلہ کو خود حل کریں۔ اُدھر بھارتی فورسز پاکستانی سرحد پر مسلسل بلا اشتعال فائرنگ کر کے بے گناہ پاکستانی شہریوں کو شہید اور زخمی کر رہے ہیں۔ سرحدی دیہاتی آبادی گھروں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئی ہے۔ کسان لہلہاتے کھیتوں اور تیار فصلوں کو چھوڑ کر علاقے خالی کر چکے ہیں۔ جس سے ملکی معیشت کو بھی نقصان ہو رہا ہے۔

پاکستان پر ہر طرف سے دباؤ بڑھ رہا ہے۔ حکمران ملک کی سلامتی چاہتے ہیں تو اس کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ امریکی غلامی کا طوق اتار پھینکیں، اپنی خودمختاری کا عملی اظہار کریں۔ پاکستان سے اپنے مسلمان بھائیوں کے قتلِ عام کرنے والی نیٹو سپلائی کے راستے بند کریں، نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے پاکستان الگ ہو جائے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ جانی و مالی نقصان پاکستان نے اٹھایا اور اسے کوئلوں کی دلاّلی میں منہ کالا کرنے کے سوا کچھ نہیں ملا۔

اوباما نے نواز شریف سے ملاقات میں جس امداد کی بحالی کا وعدہ کیا ہے وہ بھی قسطوں میں ملے گی۔ یعنی قرض لو تو قسطوں میں سود کے ساتھ واپس کرو اور اگر امداد لو تو وہ بھی قسطوں میں وصول کرو۔ اسی میں زندگی تمام ہو جائے۔

سچ کہا میاں محمد بخش نے کہ: ’’نیچاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہیں پایا‘‘ اور عینِ حق ہے جو ہمارے مالک نے فرمایا: ’’اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا‘‘ (النساء:۱۳۹) کیا یہ (منافقین) ان کافروں کے ہاں عزت تلاش کر رہے ہیں، لاریب عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہی ہے۔

کفر کی حلیفی ہو اور فطرت کی تعزیریں نہ ہوں۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ زہر کھایا جائے اور ہمیشہ کی زندگی کی توقعات رکھی جائیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ

دہشت گرد کون؟

پاکستان کو دہشت گردی کا مرکز ثابت کرنا عالمی استعماری ایجنڈا ہے۔اسی لیے پاکستان میں دہشت گردی کرائی جارہی ہے۔طالبان کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کو پوری دنیا جانتی ہے۔جب کہ امریکہ ان کو چھپا رہا ہے۔قیامِ امن کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور طالبان سیز فائر کردیں۔لیکن لگتا ہے جیسے امن کے دشمنوں کو یہ گوارا نہیں۔اسی لیے نادیدہ قوتیں ماحول کو سازگار نہیں ہونے دے رہیں۔

نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے بغیر جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کسی طور ممکن نہیں لیکن زمینی حقائق یہ ہیں کہ عالم کفر اور استعماری قوتیں ہم سے ہمارا عقیدہ بھی چھین رہی ہیں، ایسے میں عوام بالخصوص مذہبی قوتوں اور محبِّ وطن حلقوں کو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔پاکستان میں ڈرون حملوں کے نتیجے میں بے گناہ انسانوں کے قتلِ عام پر امریکہ کو جنگی جرائم کا مرتکب قرار دینے کا مطالبہ خود پاکستان کو اٹھانا چاہیے۔ڈرون حملے کرنے والے ہماری تباہی کے درپے ہیں جب کہ حکمران اُن سے محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ایسی خودفریبی کے شکار حکمران ملک اور قوم کو کیا دے سکتے ہیں؟

طالبان کے ساتھ مذاکرات میں فریقین کو سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔سب سے پہلے باہمی اعتماد کی فضا کو قائم کرنا از حد ضروری ہے، تب ہی مذاکرات کا ماحول بن سکتا ہے۔حکومت کو طالبان کے ساتھ مذاکرات میں امریکی خوف اتار پھینکنا چاہیے۔

برونائی میں اسلامی قوانین کا نفاذ، پاکستان کے لیے لمحۂ فکریہ:

برونائی کے سلطان حسن البلقیہ نے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کردیا ہے۔انسانی حقوق کے ادارے ’’ہیومن رائٹس واچ‘‘ نے سلطان البلقیہ کے اس اقدام پر تنقید کی ہے۔ہم اس تنقید کو مسترد کرتے ہوئے اسے مسلّمہ بین الاقوامی اصولوں کی نفی قرار دیتے ہیں۔اپنے ملک میں آئینی تبدیلیاں اور اسلامی قوانین کا نفاذ برونائی عوام کا حق ہے۔اس حق سے ان کو محروم کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

’’برونائی‘‘ اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں نہیں آیا جب کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔پاکستان کے حکمران، برونائی کے سلطان ہی سے سبق سیکھ کر ملک میں اسلام نافذ کردیں۔قیامِ پاکستان سے اب تک نفاذِ شریعت سے فرار ہی اصل خرابیوں کی جڑ ہے اور سیکولر انتہا پسندی نے ملکی سلامتی کے لیے خطرات بڑھا دیے ہیں۔نفاذِ اسلام کے

لیے پاکستان کے آئین میں طریقۂ کار طے ہے اور اس کے لیے آئینی ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل موجود ہے۔ کونسل کی سفارشات کی منظوری اور اس پر آئین سازی کے راستے میں پارلیمنٹ کے سیکولر انتہا پسند اور لبرل فاشسٹ سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ سلطان حسن البلقیہ پوری اُمّتِ مُسلمہ کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے اور انہیں استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز کا خطبۂ حج:

مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز نے اپنے خطبۂ حج میں جو فکر انگیز باتیں کی ہیں وہ موجودہ عالمی اور گھمبیر حالات کے تناظر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے رہنما اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کو مفتی اعظم کے اِس جملے پر توجہ دینی چاہیے کہ ''عالمی سازشوں کے ذریعے اُمت مسلمہ کو لڑایا گیا، پوری دنیا ایک ہو چکی ہے'' انہوں نے نفاذِ شریعت کے حوالے سے خطبہ حج میں کہا کہ ''شریعت کو نافذ کرنے سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی'' یہی اصل کی طرف لوٹنے کا وہ نسخہ ہے جس کے بغیر ہم شفا یاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارا عقیدہ اور ہمارا کلچر استعماری قوتوں کی زد میں ہے دینی جماعتوں اور مذہبی شخصیات کو مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے لیے اُسوۂ سلیمانیؒ

(از خامۂ عنبر شامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

غزوۂ بدر کی روایتوں کی تنقید کے سلسلے میں ایک مقام پر اس نافہم ہیچمدان کے خطا کار قلم سے حضرت کعب بن مالک صحابی کی روایت پر نامناسب تنقید لکھی گئی تھی جس سے ایک گونہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان میں سوءِ ظن کا پہلو پیدا ہوتا تھا، جس پر مجھے شرمندگی ہے۔

اور اب میں اپنی اس غلطی و نادانی کو مان کر اس عبارت کو قلم زد کر کے صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے عفو کا خواستگار ہوں۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد

(سیرت النبی، جلد: اوّل۔ دیباچہ طبع چہارم)

عاطف بیگ

''کلمہ پڑھا ہوا ہے''

(اسلامی جمہوریت)

ہمارے ایک دوست تھے، ذہن اسلامی، چہرہ مہرہ غیر اسلامی، ہم ذہن پر ہی شکر ادا کرتے، موصوف کچھ عرصہ کے لیے ولایت تشریف لے گئے جب واپسی ہوئی تو بغل میں ایک میم تھیں۔ موصوف کا تعلق روایتی گھرانے سے تھا، اس لیے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ جناب میم لے کر آئے ہیں، رشتے داروں نے گوری کے دیدار کے لیے دور دراز سے ان کے گھر تک کا سفر کیا، عورتیں سروں پر دوپٹہ لیتی ہوئی چوری چوری میم صاحبہ کو دیکھتیں اور ہاتھ لگانے سے بھی ڈرتیں کہ کہیں گوری میلی نہ ہو جائے، دولہا کی بہنیں فخریہ لہجے میں سہیلیوں کو بتاتی پھرتیں کہ بھیا انگلینڈ سے میم لائے ہیں، بچے تو اس کمرے سے نکلتے ہی نہ تھے جہاں پر میم تھی۔ اماں کو انگلش وغیرہ تو نہ آتی تھی لیکن پھر بھی روایتا چادر اور سوٹ گوری کو دیا، بلائیں لیتی لیتی رہ گئیں کہ پتہ نہیں میم کو کیسا لگے۔ ہاں بیٹے کو جی بھر کر دعائیں دیتی رہیں، صرف ابا جی تھے جنھوں نے بیٹا جی سے دریافت کیا، مسلمان کیا ہے؟ بیٹا جی نے جواب دیا، جی اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے، اور ابا جی مطمئن ہو گئے۔

مشترکہ خاندانی نظام تھا، کچھ عرصہ گزرا کہ ایک نیا کام شروع ہوا، میاں کے آفس جانے سے پہلے میم دروازے کے اوپر خاوند کی باہوں میں جھول جاتی اور چہرے پر ایک پیار کی لمبی مہر ثبت کرتیں۔ گھر میں کچھ چہ مگوئیاں ہوئیں، بیٹا جی نے استفسار پر بتایا کہ سمجھ جائے گی ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' گرمیاں شروع ہوئیں گوری نے پینٹ اتار کر نیکر پہننی شروع کر دی، ابا جی نے تو کمرے سے باہر نکلنا چھوڑ دیا اور بھائی رات کو دیر سے گھر آنے لگے، اماں ہر وقت گھر کی دیواروں کو تکتی رہتیں کہ کہیں سے چھوٹی تو نہیں رہ گئیں۔ بیٹے سے شکوہ ہوا تو اس نے پھر بتایا ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔''

ایک شادی پر گوری نے بریک وکینبرے ڈانس کا ایسا شاندار نمونہ پیش کیا کہ بڑے بڑے دل تھام کر رہ گئے، دریافت کرنے پر پھر بتایا گیا کہ ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' گوری عید وغیرہ تو کرتی لیکن ہر سال کرسمس بھی بڑے تزک واحتشام سے مناتی، بیٹا جی ہر دفعہ پوچھنے پر جواب دیتے ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' وقت گزرتا چلا گیا، برداشت پیدا ہوتی چلی گئی، بچہ ہوا تو گوری نے ختنے کروانے سے انکار کر دیا کہنے لگی کہ یہ ظلم ہے، بیٹا جی کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولے سمجھ جائے گی ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' ڈانس، میوزک، فلمیں، کاک ٹیل پارٹیز، کرسمس، سرِ عام بوس وکنار گھر کے کلچر کا حصہ بنے، بھائی آہستہ آہستہ بھابھی سے فری ہوتے چلے گئے، ہاتھوں پر ہاتھ مار کر باتیں کرتے اور وہ ان کی گوری سہیلیاں ڈھونڈنے کی

کوشش۔ بہنیں بھابھی کے کمرے میں جاتیں اور جینز کی پینٹس پہن پہن کر شیشے کے آگے چیک کرتیں، کلمہ تو انہوں نے بھی پڑھا ہوا تھا۔ بھابھی سے دل کی ہر بات کھول کر بیان کرتیں، گوری کبھی کبھار نماز جمعہ پڑھ لیتی تھی اس لیے ابا جی بھی کہنے لگے ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' ایک صرف اماں تھیں جو کہ گھر کے در و بام کو اب خوفزدہ سی نظروں سے دیکھتیں اور پوچھنے پر سر جھکا کر جواب دیتیں کہ ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' دوست احباب جب بھی ملنے جاتے تو گوری خاوند کے پہلو سے چپک بیٹھتی، ایک دو بار تو جگہ تنگ ہونے کی صورت میں گود میں بھی بیٹھنے سے گریز نہ کیا، پوچھنے پر صرف اتنا جواب ملتا ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' ایک کام گوری کا اچھا تھا جب بھی کہیں باہر بازار وغیرہ نکلتی تو جینز شرٹ میں ملبوس ہونے کے باوجود سر پر ایک دوپٹہ سا ڈال لیتی۔ دیکھنے والے دیکھ کر ہی اندازہ کر لیتے کہ ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔''

اسلامی جمہوریت بھی مغرب کی ایک ایسی ہی گوری ہے جس کو ہمارے کچھ دینی مزاج والے بھائی بیاہ لائے۔ انہوں نے اس کو ادھر کے معاشروں کے قابل قبول ہونے کے لیے اسے کلمہ پڑھایا، قوم کے لیے اس کے رعب میں آنے کے لیے اس کا بدیسی ہونا ہی کافی تھا، اتنی گوری، اتنی چٹی ''کلمہ پڑھی ہوئی جمہوریت'' انہوں نے ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہ کی دور دور سے ہی دیکھ کر خوش ہو گئے کہ لو ایک کلمہ پڑھی گوری اپنے ہاں بھی آئی ہے۔ اس نے رواج توڑے، دستور توڑے، آزادی کے نام پر ہر ایک چیز کو اندر لے آئی، لیکن قوم خوش ہی رہی کہ ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔'' معاشرت کے نام پر یہ ہر اس میدان میں اسی طرح ناچنے لگی جو کہ غیر قوموں کا دستور تھا، لوگ پھر بھی مطمئن رہے کہ اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے، اس نے ہر شرک و کفر کو ایک جواز دیا، ہر ظالم کو اقتدار تک پہنچنے کا راستہ دیا، دین کے ہر ابا جی کو سمجھوتہ کرنا سکھایا، کلمے کا سہارا لے کر ہر چیز کو عام کیا، اور ہم محلے داروں کی طرح اس بات پر خوش رہے کہ اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے۔ اگر کسی نے بہت زیادہ شرمندگی محسوس کی بھی تو اماں جی کی طرح سر جھکا کر یہی کہا کہ کلمہ پڑھا ہوا ہے۔

آج بھی وقت ہے کچھ یہ برباد کر چکی، کلمے کے بھیس میں کچھ برباد کر دے گی۔ بچ جائیں اور اس اسلامی جمہوریت کو تین طلاقیں دے دیں۔ طلاق اس کا حق ہے کیونکہ اس نے ''کلمہ پڑھا ہوا ہے۔''

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

اوریا مقبول جان

ملالہ اور اس کے پرموٹرز

معین اختر مرحوم منی بیگم کے حوالے سے ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ پشاور میں منی بیگم ایک شو کرنے گئیں۔ غزل گائیکی اور منی بیگم کا دھیما انداز، محفل کچھ دیر تک تو چلتی رہی، لیکن موسیقی کی کوئی ایک تال بھی ایسی نہ آئی کہ وہاں بیٹھے پختون جوش میں آ کر خٹک ڈانس کرنے لگیں۔ مجمعے کی اکتاہٹ دیکھ کر ایک شخص پستول ہاتھ میں پکڑے سٹیج پر آ دھمکا۔ منی بیگم ڈر کر خاموش ہو گئیں۔ وہ ایک دم بولا: ''تم گاؤ، تم تو ہمارا بہن ہے، ہم تو اس کو ڈھونڈ رہا ہے جو تمہیں لے کر آیا تھا۔''

ملالہ یوسفزئی کی کتاب '' آئی ایم ملالہ'' پڑھنے کے بعد معین اختر کا یہ لطیفہ شدت سے یاد آتا ہے اور ساتھ ہی اس امریکی کا فقرہ بھی ذہن میں ہتھوڑے کی طرح ٹکرانے لگتا ہے جو اس نے ایمل کانسی کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنے کے بعد کہا تھا کہ '' پاکستانی پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔'' کرسٹینا لیمب، جس نے ملالہ کی باتیں سن کر یہ کتاب تحریر کی ہے، کو میں نے بلوچستان کے شہر پشین میں ۱۹۸۹ء میں ایک بلوچ سردار اور اس وقت کے وزیر کے ساتھ دیکھا تھا، جو اسے ہر پارٹی میں لیے پھرتا تھا۔

ملالہ کی یہ کہانی، جو ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، پڑھنے کی آپ کو شاید ضرورت نہ ہی پڑے اگر گزشتہ بیس سالوں سے اسلام، مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں، جس طرح اسلام، مسلمان اور پاکستان کو بدنام کیا جاتا ہے، وہ سب آپ کے علم میں ہو۔ یہ تمام الزامات اور پھر کتاب سے سولہ سالہ ملالہ کی کہانی کے اقتباسات سامنے رکھیں تو آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ اس کمسن بچی کے منہ میں میرے دین، مسلمان اور پاکستان کے لوگوں کے بارے میں یہ ذلت آمیز لفظ کس نے ڈالے اور کس مقصد کے لیے ڈائے گئے؟ سب سے پہلے جس شخص کا تذکرہ ہے وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، اُمّہات المؤمنین اور اہلِ بیت کے خلاف غلیظ الفاظ استعمال کرنے والا سلمان رشدی ہے، جو مغرب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ اس کے بارے میں ملالہ لکھتی ہے:

'' پاکستان میں اس کتاب کے خلاف مضامین سب سے پہلے ایک ایسے مولوی نے لکھنے شروع کیے جو ایجنسیوں کے بہت نزدیک تھا۔'' (صفحہ: ۳۰)

تاریخ کا یہ بدترین جھوٹ اس کے منہ میں کس نے ڈالا؟ اسے کس نے یہ لکھنے پر مجبور کیا کہ سلمان رشدی کو '' آزادیٔ اظہار کے تحت یہ پورا حق تھا؟'' تاریخ کے یہ اندھے کیا اس قدر لاعلم ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ سلمان

رشدی کی کتاب کے خلاف مظاہرے سب سے پہلے لندن اور یورپ کے شہروں میں شروع ہوئے تھے اور ایران کے روحانی پیشوا آیت اللہ خمینی نے تو اس کے قتل کا فتویٰ تک دے دیا تھا۔لیکن ایجنسیوں کے ساتھ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو جوڑنے کی جسارت صرف ملالہ جیسی ''سولہ سالہ معصوم'' بچی ہی کر سکتی ہے۔اس کے بعد ضیاء الحق کا ایک مضحکہ خیز قسم کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی وہ شور جو اس ملک میں مچایا جاتا ہے کہ ''عورتوں کی زندگی ضیاء الحق کے زمانے میں بہت زیادہ محدود ہو گئی تھی'' (صفحہ:۲۴)۔کوئی ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۸ء کے درمیانی عرصے میں ٹیلی کاسٹ ہونے والے پاکستان ٹیلی ویژن کے ڈراموں کی فہرست اٹھالے تو اسے پتہ چلے گا کہ یہ پی ٹی وی اور ڈرامے کا سنہری ترین دور تھا۔ حسینہ معین، فاطمہ ثریا بجیا اور نورالہدیٰ شاہ اسی دور کی علامتیں ہیں۔

ایسے لگتا ہے کہ ان فقروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے تمام سکول، یونیورسٹیاں، کالج بند کر دیے گئے تھے اور عورتیں پس دیوار قید ہو گئی تھیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیکن ہاؤس، سٹی سکول، امریکن سکول، گرامر سکول وغیرہ سب ضیاء الحق کے دور میں کھلے اور اس ملک کے طول وعرض میں ان کی شاخیں کھولی گئیں۔لیکن مغرب کو گالی دینے کے لیے ایسا آدمی چاہیے ہوتا ہے جو نماز پڑھتا ہو یا اللہ کا نام لیتا ہو۔مغل سارے ظالم تھے لیکن گالی اورنگ زیب کو ہی دی جاتی ہے۔یہ تصور اس پوری کتاب کے سبھی صفحات میں ملتا ہے اور یہ تصور اس سولہ سالہ معصوم ملالہ کے ''عظیم'' دماغ کا مرہون منت ہے۔ پاکستان سے محبت کا عالم یہ ہے کہ ملالہ پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کے دن چودہ اگست کی خوشی منانے سے اپنے والد کے انکار کو فخر سے بیان کرتی اور بتاتی ہے کہ اس کے والد اور اس کے دوستوں نے اس دن بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھی تھیں (صفحہ:۴۵)۔ پردے اور برقعے تو ایک معمول ہے، اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ملالہ کہتی ہے کہ برقعہ ''گرمیوں میں ایک کیتلی کی طرح ہوتا ہے (صفحہ:۵۱)۔ ملا محمد عمر کا ذکر کرتے ہوئے اسے انتہائی تمسخر کے ساتھ One eyed Mullah کہا گیا ہے۔ میں یہاں اس کا ترجمہ نہیں لکھنا چاہتا کہ میرے آباؤ اجداد، میرے مذہب اور میری اخلاقیات نے مجھے اس طرح کے تمسخر کی تعلیم ہی نہیں دی۔

اس کے بعد امریکہ کے صدر بش کی زبان اس لڑکی کے منہ میں ڈال دی گئی اور وہ صفحہ ۷۱ پر لکھتی ہے:

''ہر کوئی سمجھتا ہے کہ مشرف ڈبل کراس کر رہے تھے، امریکہ سے پیسے لیتے تھے اور جہادی لوگوں کی مدد بھی کرتے تھے۔آئی ایس آئی انہیں سٹریٹیجک اثاثہ سمجھتی تھی۔''

امریکہ کی زبان بولتے ہوئے ملالہ کو ذرا بھی شرم نہیں آئی کہ یہ وہی فوج ہے جس نے اس کے سوات کو بقول اس کے طالبان کے ''ظالمانہ شکنجے'' سے نکالا تھا، لیکن کیا کیا جائے اس ''سولہ سالہ معصوم'' ملالہ سے وہ سب کچھ کہلوانا مقصود تھا جو

امریکہ اور اس کے حواری کہلوانا چاہتے ہیں۔ پاکستان اور اسلام کے ساتھ تمسخر کا وہی انداز ہے جو پوری مغربی دنیا اور اس کے سیکولر حواری اپنی گفتگو میں اپناتے ہیں۔ ملالہ نے اسلام کی ساری تعلیمات کو، جو ہماری نصابی کتب میں پڑھائی جاتی ہیں، ضیاء الحق کی اختراع قرار دیا ہے۔ صفحہ ۲۴ پر اس نے لکھا ہے کہ یہ سارا نصاب ضیاء الحق کے دور میں ہمیں یہ بتانے کے لیے ترتیب دیا گیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ ملالہ کو قادیانیوں کو اقلیّت قرار دینے کا دکھ بھی بہت ہے کہ اس کے نزدیک یہ کام تو پارلیمنٹ کا تھا ہی نہیں۔ اس کے نزدیک بچوں کو یہ پڑھانا بھی غلط ہے کہ ہم ایک مضبوط قوم ہیں اور بھارت سے جنگ جیتنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق انہیں اصل حقائق بتائے جانے چاہئیں کہ ہم جنگ ہارے بھی تھے۔ یہ تاریخی طور پر صحیح ہوگا لیکن کیا دنیا کے کسی ملک میں بچوں کو ایسا پڑھایا جاتا ہے؟ کیا امریکی بچے پڑھتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے ریڈ انڈین کا قتلِ عام کیا تھا اور ان سے پچاس ہزار دفعہ معاہدہ کیے اور توڑے تھے؟ ملالہ نے اپنے بچپن کا ہیرو سکندر اعظم بتایا ہے (صفحہ: ۲۰)۔ اس لیے کہ اس ''معصوم'' نے سکندر کا جو چہرہ انگریزی نصابی کتب میں پڑھا، وہ ایسا ہے کہ بچے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ پورے مغرب میں بچوں کو کوئی نہیں پڑھاتا کہ سکندر وہ ظالم تھا جس نے چھبیس شہر کے تمام شہریوں حتیٰ کہ معصوم بچوں کو صرف اس لیے قتل کر دیا تھا کہ انہوں نے دیواروں پر اس کے خلاف نعرے لکھے تھے۔ اس نے دنیا میں پہلی دفعہ سفارت کاروں کو قتل کرنے کی رسم ڈالی تھی۔ اس نے ایران کے مشہور پارسی عبادت خانے پرسی پولس کو اس لیے تباہ کیا تھا کہ اس میں موجود خزانہ لوٹ سکے۔ لیکن ملالہ نے اپنے والد کے قائم کردہ سکول میں بچپن میں جو نصاب پڑھا تھا اس کے مطابق سکندر ایک ہیرو ہے۔

اپنے آباؤ اجداد کا تمسخر اڑانے کا درس صرف مسلمانوں کو دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اپنے بچوں کو حقائق بتاؤ، لیکن کوئی اس اصول کو اپنے ملک میں نافذ نہیں کرتا۔ یہ کتاب اب یورپ کی ہر دکان پر موجود ہے، امریکہ کے بازاروں میں اور پاکستان کے ہر انگریزی پڑھنے والے قاری کی دسترس میں ہے۔ لوگ یہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ ایک سولہ سالہ معصوم بچی کیسی عالمی سوچ اور خیالات رکھتی ہے۔ وہ تو وہی کہتی ہے جو پورا مغرب کہتا ہے۔ اسے بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں میں وہی خرابیاں نظر آتی ہیں جو پورے مغرب کو نظر آتی ہیں۔ ایک معصوم بچی حالات و واقعات کا کس قدر ادراک رکھتی ہے۔ ایسی بچی کو تو آنکھوں کا تارا ہونا چاہیے۔ خاندان کے منہ پر کالک ملنے والی بچی قابلِ عزت اور گھر کے عیب کی پردہ پوشی کرنے والی فرسودہ، دقیانوس اور جاہل۔ یہ ہے میڈیا پر روز چیخنے چلانے اور اس ملک کی توہین کرنے والے لوگوں کا معیار۔ لیکن کیا کریں، یہ سب ہمارے اپنے ہیں۔ ''ہم تو ان کو ڈھونڈتا ہے جو ان کو کھلاتے، پلاتے، اوڑھاتے اور زندگی کی آسائشیں فراہم کرتے ہیں۔''

(مطبوعہ: روزنامہ ''دنیا'' لاہور، 21 اکتوبر 2013)

انصار عباسی

کیا یہ وہی ملالہ ہے؟

ملالہ یوسفزئی کی کتاب "I AM MALALA" پڑھ کر دکھ ہوا۔ سولہ سالہ بچی پہلے طالبان کے ظلم کا شکار ہوئی، اب ایسے لوگوں کے ہاتھوں چڑھ گئی جو اُسے اسلام اور پاکستان کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بچی جس پر پہلے ہی ایک قاتلانہ حملہ ہو چکا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ سے اُس کو نئی زندگی بخشی، اب اُس کو ایسے معاملات میں گھسیٹا جا رہے ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے انتہائی حساس نوعیت رکھتے ہیں اور جس کی وجہ سے اُس کی زندگی کو پہلے سے موجود خطرات میں بیش بہا اضافہ ہو جائے گا۔ کتاب پڑھ کر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ بے چاری ملالہ استعمال ہو گئی۔ ورنہ ایک کتاب جس میں ایک بچی کی اپنی زندگی، اُس کی تعلیم کے حصول کے لیے جدوجہد اور قاتلانہ حملہ کی کہانی ہونی چاہیے تھی اُس میں ملعون سلمان رشدی کی کتاب "The Satanic Verses" کے حوالے سے آزادی رائے کے حق میں بات کرنا، اللہ کے تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے نفاذ پر اعتراض اُٹھانا، ناموس رسالت کے قانون کو پاکستان میں سخت کیے جانے کی بات کرنا، قادیانیوں اور مسیحی برادری پر پاکستان میں حملوں اور یہ کہنا کہ احمدی (قادیانی) اپنے آپ کو تو مسلمان کہتے ہیں جبکہ ہماری حکومت اُن کو غیر مسلم سمجھتی ہے، ایسے موضوعات تھے جو مسلمانوں اور اسلام مخالف قوتوں کے درمیان تناؤ کا باعث بنتے ہیں۔ یہ معاملات ایک سولہ سالہ بچی کی سمجھ سے بہت بڑے ہیں مگر ملالہ کا نام استعمال کر کے ان معاملات کو اس انداز میں اُٹھایا گیا جو عمومی طور پر مسلمانوں کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر کتاب پڑھ کر جس بات کا بہت دکھ ہوا کہ بار ہا ملالہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا (Holy Prophet) حوالہ دیا مگر ایک مرتبہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم (Peace Be Upon Him) نہیں لکھا۔ میں نے تو غیر مسلموں تک کو Prophet کے ساتھ PBUH لکھتے دیکھا ہے مگر ملالہ کے نام پر جو کیا گیا وہ نہ صرف کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے برخلاف ہے جن کے مطابق ہر مسلمان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آنے پر صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہنے پر سخت وعید ہے۔ میرے لیے تو یہ بات بھی ناقابلِ یقین ہے کہ سوات جیسے علاقہ سے تعلق رکھنے والی ایک بچی جو خود سر پر چادر لیے بغیر باہر نہ نکلتی ہو وہ اس بات پر احتجاج کرے گی کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں لڑکیوں کو ہاکی کھیلتے وقت نیکر (short) پہننے سے کیوں روکا گیا اور انہیں پاجامہ (baggy trousers) پہننے پر کیوں مجبور کیا گیا۔ ملالہ کے نام سے کتاب میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ پاکستان ہندوستان سے تینوں جنگیں ہارا۔ ملالہ کا جنرل مشرف کی روشن خیالی کے حق میں بات کرنا اور جنرل ضیاء مرحوم کو اُن کی اسلامائزیشن کی پالیسیوں کی وجہ سے اس حد تک جانا کہ ضیاء مرحوم کی شکل کا مذاق اُڑایا جائے کوئی اچھی بات نہیں۔ کتاب میں ملالہ پر اس کے والد ضیاء الدین یوسف زئی چھائے ہوئے نظر آئے۔ اس کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے

کہ ضیاء الدین کوئی بہت بڑا ہیرو ہے جس کے لیے یہ کتاب لکھی گئی۔ ملالہ کے ہر دوسرے جملہ میں اُس کے والد کا حوالہ اور اُن کے خیالات کا اظہار ہے اور اسی وجہ سے ملعون سلمان رشدی جیسا معاملہ کتاب کا حصہ بنا۔ اس ملعون نے ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّہات المؤمنین کے متعلق توہین آمیز کتاب لکھی۔ ملالہ کہتی ہے کہ اُس کے والد اس کتاب کو اسلام مخالف سمجھتے ہیں مگر وہ آزادی رائے کے حق پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ ملالہ کو شاید یہ خبر بھی نہ ہو کہ جو اس نے لکھا یہی تو اسلامی دنیا کا مغرب سے جھگڑا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری مقدس مذہبی شخصیات اور عقائد کا مذاق نہ اُڑایا جائے اور نہ ہی اُن کی توہین کی جائے مگر مغرب وہی بات کرتا جو ملالہ نے اپنی کتاب میں کی۔ ہم تو لعنت بھیجتے ہیں ایسی آزادی پر۔

کتاب پڑھ کر لگتا ہے کہ ملالہ اپنے باپ سے محبت کرتی ہے۔ اگر کوئی آزادی کے چیمپیئنز کو اوران کے والدین کو ننگی گالیاں دیں تو کیا وہ اس کو اظہار کے نام پر برداشت کرلیں گے جب کہ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عام انسانوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہمارا تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمیں ہر چیز جس میں ہمارے والدین، اولاد بلکہ اپنی جانیں بھی شامل ہیں سے بھی بڑھ کر عزیز نہ ہو۔ بظاہر ملالہ نے اپنے والد کے خیالات کی ہی وجہ سے اپنی کتاب میں جنرل ضیاء سے اس قدر نفرت کا اظہار کیا کہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دینا اللہ کا قانون ہے کسی انسان کا نہیں۔ ملالہ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اور اس کے والد نے قرآن کو سمجھ کر پڑھا مگر شاید اس کے نام کو استعمال کرنے والے یہ بھول گئے کہ یہی قرآن واضح کرتا ہے کہ جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں اور وہی فاسق ہیں۔ ملالہ لکھتی ہے کہ قرآن کہاں کہتا ہے کہ عورت مرد کے dependent تو اس کا جواب سورۃ النساء کی وہ آیت ہے جس میں مردوں کو عوتوں پر قوام (نگہبان) بنایا گیا ہے کیوں کہ وہ عورتوں سے زیادہ طاقت اور قوت والے ہیں اور اُن کی کفالت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں یہ لکھنا کیوں ضروری سمجھا گیا کہ احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جب کہ ہماری حکومت کہتی ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ یہ کنفیوژن پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اجماع اُمّت کے نتیجے میں پاکستان کے آئین میں متفقہ طور پر قادیانیوں (احمدیوں، لاہوری گروپ وغیرہ) کو غیر مسلم کہا گیا۔ ملالہ کو پڑھ کر یہ بات سمجھ میں آنے لگتی ہے کہ امریکا و یورپ جنہوں نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عراق، افغانستان اور پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں جس میں ہزاروں ملالائیں شامل تھیں اُن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے وہ سوات کی اس ملالہ پر کیوں اتنے مہربان ہوگئے اور اس بچی کو کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ باپ نے بیٹی کے نام سے منسوب کتاب میں اپنے انتہائی متنازعہ خیالات کے اظہار کا کیوں ذریعہ بنایا۔ ضیاء الدین کو ضرور سوچنا چاہیے کہ کہیں وہ بیٹی کے معاملہ میں سنگدلی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا۔ کاش ملالہ یہ کتاب نہ لکھتی۔

(مطبوعہ: روزنامہ جنگ، ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

ام عبد منیب

''شیزان''......اپنی خریداری کا جائزہ لیں

پوری ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانی اپنے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم ہیں۔ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو متفقہ طور قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ جب کہ شرعی طور پر تو کافر ہی تھے۔ اس کے بعد ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی اور ۲۹۸ سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے غلط استعمال اور اپنے مذہب (قادیانیت) کی تبلیغ سے روک دیا۔ بعدازاں پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں (ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ) نے بھی حکومت کے ان فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے نہ صرف قایانیوں کو اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغ وتشہیر سے منع کر دیا بلکہ اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا بھی مقرر کی۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ سے پہلے شیزان بیکرز اور ریسٹورنٹس میں جھوٹے مدعی نبوّت آنجہانی مرزا قادیانی کی ایک بڑی تصویر آویزاں ہوتی تھی۔ جس کے نیچے جلی حروف میں ''بفیضانِ نظر حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام'' لکھا ہوتا تھا (نعوذ باللہ)۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد تمام بیکرز اور ریسٹورنٹس سے یہ تصویر ہٹا دی گئی۔ لیکن شیزان کمپنی بندروڈ لاہور کے اندر واقع جنرل منیجر کے دفتر میں آج بھی یہ تصویر آویزاں ہے جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

شیزان کمپنی کا مالک معروف قادیانی چودھری شاہنواز تھا جس نے اپنی کمپنی کا نام شیزان پنے ذاتی نام شاہنواز کے حروف سے نکال کر بنایا تھا۔ ۱۹۹۰ء میں جب شیزان کمپنی کے مالک چودھری شاہنواز کا انتقال ہوا تو قادیانی اخبار ''روزنامہ الفضل'' نے اس کی موت پر جو تعریفی کلمات کہے، وہ ہر قادیانی نواز کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ قادیانی روزنامہ ''الفضل'' لکھتا ہے:

''احباب جماعت کو نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم چودھری شاہنواز صاحب ۲۳/مارچ ۱۹۹۰ء کی شب لاہور میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر ۸۵ برس تھی۔ محترم چودھری شاہنواز صاحب جماعت احمدیہ کے مخیّر اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے احباب میں سے تھے۔ اسی طرح لندن میں جلسہ سالانہ ۱۹۸۷ء کے موقع پر خطاب فرمایا: ''مکرم چودھری شاہنواز صاحب کو رشین قرآن کریم کا خرچ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔'' حضور نے مزید فرمایا: ''جاپانی زبان کے متعلق چودھری شاہنواز صاحب کے بچوں نے اپنے باپ

کے علاوہ یہ پیش کش کی ہے اور اس سلسلے میں بہت سی رقم جمع بھی کروا چکے ہیں۔''

(ضمیمہ قادیانی، ماہنامہ ''خالد'' اکتوبر ۱۹۸۷ء، ص:۶، کالم ۲)

قادیانی روزنامہ ''الفضل'' شیزان کے مالک چودھری شاہنواز کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتا ہے:

''آپ پاکستان کے نمایاں صنعت کاروں میں سے تھے۔ آپ نے نہایت کامیاب تجارتی ادارے قائم کیے۔ ان میں شاہنواز لمیٹڈ، شیزان انٹرنیشنل، شاہ تاج شوگر ملز اور شاہنواز ٹیکسٹائل ملز شامل ہیں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ، ۲۶؍ مارچ ۱۹۹۰)

قادیانی اپنے کاروبار کی تشہیر کرتے وقت شعائر اسلامی کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں جو آئین و قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کے بھی مترادف ہے۔ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں افطار کے وقت مسلمانوں کی اکثریت ٹی وی کے سامنے اذان کا انتظار کر رہی ہوتی ہے تو عین افطار کے وقت قادیانی کمپنی شیزان کی طرف سے ''روزہ کھولنے کی دعا'' کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس سے عام مسلمان قادیانیوں کے دجل کا شکار ہو کر شیزان کمپنی کو بھی مسلمانوں کا ہی ایک ادارہ سمجھتا ہے اور پھر اس کی مصنوعات کا استعمال شروع کر دیتا ہے۔ اور جب اس کے بائیکاٹ کا کہا جاتا ہے تو وہ تذبذب اور شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔

قادیانیوں کے اسرائیلی یہودیوں سے بھی گہرے تعلقات ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہودی اُمّت مسلمہ کے بدترین دشمن ہیں۔ قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات اور روابط کا اندازہ قومی اخبارات میں ۲۲؍ فروری ۱۹۸۵ء کے ''یروشلم پوسٹ'' کے حوالے سے چھپنے والی تصویر سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں دو قادیانی مبلغوں کو اسرائیلی صدر کے ساتھ نہایت مؤدب انداز میں ملاقات کرتے دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں اسرائیل سبکدوش ہونے والے قادیانی سربراہ شیخ شریف امینی نئے سربراہ شیخ محمد حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کروا رہے ہیں۔ اس موقع پر شیخ شریف نے قادیانیوں کو اسرائیل میں مکمل مذہبی آزادی دینے پر اسرائیلی حکومت کی تعریف کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ تصویر قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور یہود دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مزید برآں اسرائیلی صدر شیمون پیریز (Shimon Peres) نے ستمبر ۲۰۰۷ء میں اسرائیل کے شہر کبابیر (Kababir) میں واقع قادیانی عبادت گاہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر اسرائیلی صدر نے قادیانی جماعت کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بین الاقوامی طور پر ہر ممکن امداد اور تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ اسرائیل میں مسلمانوں کی کسی کمپنی کو کاروبار کی اجازت نہیں جب کہ حیفا میں شیزان کمپنی کا سب سے بڑا پلانٹ ہے۔ اس طرح انہیں نہ صرف مشرق وسطیٰ میں کاروبار کرنے کی کھلی اجازت ہے بلکہ اپنی مصنوعات کی تشہیر کی بھی مکمل آزادی ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

شیزان کمپنی سادہ لوح مسلمان دکان دار کو شیزان کی مصنوعات رکھنے پر دوسری کمپنیوں کے مقابلہ میں مفت

ایپیٹی یا زیادہ منافع دینے کا اعلان کرتی ہے۔ جس سے دکان دار لالچ میں آ کر نہ صرف اپنی دکان پر شیزان کی تمام مصنوعات رکھتا ہے بلکہ اپنی دکان پینٹ کروا کر شیزان کی تشہیر کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ایسے میں اگر آپ کسی کاروبار سے وابستہ یا دکان دار ہیں تو آپ کی دینی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے کہ آپ ہر قسم کے لین دین اور خرید وفروخت میں قادیانیوں کی تمام تر مصنوعات بالخصوص شیزان وغیرہ کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ شیزان گستاخان رسول مرزائیوں کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اس کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ دارالکفر چناب نگر (ربوہ) جاتا ہے۔ مسلمان اپنی کم علمی کی بنا پر اس کے مشروبات اور دیگر مصنوعات خرید کر کم از کم ۳۰ پیسے فی روپیہ ربوہ فنڈ میں جمع کرواتے ہیں اور اس طرح اپنے آقا ومولا حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، دین اسلام اور وطن عزیز پاکستان کی مخالفت کے بھیانک جرم میں شریک ہو جاتے ہیں، حالانکہ شیزان کی تمام اشیاء حرام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ معروف سابق قادیانی مرزا محمد حسین نے ہولناک انکشاف کرتے ہوئے کہا تھا کہ شیزان کمپنی کے مالک شاہ نواز قادیانی کی خصوصی ہدایت پر اس کی تمام مصنوعات میں ربوہ کے نام نہاد بہشتی مقبرہ کی ناپاک مٹی بطور تبرک استعمال ہوتی ہے۔ لہٰذا شیزان کی تمام تر مصنوعات اور اس کے دیگر اداروں شیزان ریسٹورنٹ اور شیزان بیکرز کا مکمل بائیکاٹ ہر غیور مسلمان کا دینی وملّی فرض ہے۔ اس کے علاوہ تاج شوگر مل کی تیار کردہ چینی، OCS کوریئر سروس، ذائقہ بناسپتی گھی، BETA پائپ، شان آٹا، یونیورسل سٹیبلائزر، کمبائنڈ فیبرکس لمیٹڈ، قائد اعظم لا کالج، بوبی شوز لبرٹی لاہور، NETS کالج وغیرہ قادیانیوں کے دارے ہیں۔ یہ ہر سال قادیانی جماعت کو کروڑوں روپے چندہ دیتے ہیں جو اسلام کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر آپ کی نظر میں کوئی دوسری قادیانی کمپنی یا آپ کے شہر میں کوئی دکان ہے تو اس کا بھی بائیکاٹ کیجیے۔ یہ آپ کی دینی غیرت وحمیت کا اوّلین تقاضا ہے۔ یاد رکھیں! ہر نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر آپ کی وجہ سے قادیانیوں کو منافع اور فائدہ پہنچ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں میں مالی طور پر بالواسطہ آپ بھی شامل ہو رہے ہیں۔ یہ چیز آپ کی آخرت کو برباد کر دے گی، لہٰذا اس سے اجتناب کریں۔

بعض حضرات سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگ شیزان کا بائیکاٹ کرتے ہیں کہ یہ قادیانیوں کی ملکیت ہے لیکن آپ پیپسی یا کوکا کولا وغیرہ کی مخالفت نہیں کرتے جبکہ یہ یہودیوں کی ملکیت ہے۔ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہودی اور عیسائی وغیرہ اپنے کفر کو کفر کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن قادیانی اپنے کفر کو اسلام کہہ کر پیش کرتے ہیں۔ وہ خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ان کا مؤقف ہے چونکہ مسلمان مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے، اس لیے وہ کافر ہیں۔ یہودی اور عیسائی خود جھوٹے ہیں لیکن ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔ اس کے برعکس قادیانی خود بھی جھوٹے اور ان کا انگریزی نبی آنجہانی مرزا قادیانی بھی جھوٹا ہے۔ ہم پیپسی اور کوکا کولا کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اس کی آمدنی بھی یہودیوں کو جاتی ہے جو اسلام دشمنی میں استعمال ہوتی ہے۔

ہمارے علم کے مطابق شیزان کے قادیانی مالکان نے اپنے ریسٹورنٹس اور بیکرز کو فرنچائزڈ کیا ہوا ہے۔ اس میں ۱۰ فیصد حصص ''مسلمانوں'' کے لیے بھی مختص کیے ہیں تا کہ اس سازش کے ذریعے بھرپور پروپیگنڈا کیا جاسکے کہ شیزان مسلمانوں نے خرید لی ہے، لہٰذا اس کا بائیکاٹ نہ کیا جائے۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ شیزان کے ۱۰ فیصد منافع یا حصص میں شامل تمام لوگ کٹر اور متعصب قادیانی ہیں۔ ان اشخاص کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔امنیر نواز، ۲۔محمود نواز، ۳۔امت الحی خالد، ۴۔سی ایم خالد، ۵۔محمد نعیم، ۶۔محمد نواز تشنہ، ۷۔محمد آصف

یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ شیزان کمپنی مسلمانوں نے خرید لی ہے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ اگر ان اشخاص میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو تو ہم منہ مانگا جرمانہ اور سزا بھگتنے کو تیار ہیں۔

قادیانی کمپنی کی مکاری، دھوکا دہی اور دجل ملاحظہ کیجیے کہ انھوں نے محمد خالد نامی ایک مسلمان شخص کو کمپنی کے ایک فیصد حصص فروخت کر کے اسے شیزان کا چیف ایگزیکٹو بنا دیا۔ پھر پورے شد و مد سے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ شیزان کمپنی مسلمانوں نے خرید لی ہے اور اس کا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جن مسلمانوں نے شیزان کمپنی خریدی ہے، وہ تمام قومی اخبارات میں ایک اشتہار کے ذریعے اس کی وضاحت کرتے کہ ہمارا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ کمپنی کے مالکان یا اس کے منافع میں کوئی قادیانی شامل نہیں ہے۔ مزید برآں ایک پریس کانفرنس کے ذریعے صحافی حضرات کو خرید و فروخت کی وہ تمام دستاویزات پیش کرتے جس سے ثابت ہوتا کہ انھوں نے شیزان کمپنی خرید لی ہے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔ جب کہ حال ہی میں لاہور بار ایسوسی ایشن نے اپنے ایک اجلاس میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے بار کی کینٹین پر شیزان کی مصنوعات پر پابندی عائد کی تو قادیانی ایوانوں میں بھونچال آ گیا۔ قادیانی اخبارات و رسائل نے لاہور بار کونسل کے اس فیصلہ کی شدید مذمت کی اور اس کی آڑ میں مغربی ممالک سے اپیل کی گئی کہ آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے والی ترمیم کو ختم کرنے کے سلسلے میں حکومت پاکستان پر بھرپور دباؤ ڈالا جائے۔ سب سے اہم بات یہ کہ اس سے اگلے روز قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور نے شیزان کمپنی کے موجودہ سربراہ محمود نواز سے فون پر اس قرارداد کی مذمت کرتے ہوئے نہ صرف انہیں ضروری ہدایات دیں بلکہ دنیا بھر کے تمام قادیانیوں کو حکم دیا کہ وہ شیزان کی مصنوعات کے علاوہ کسی اور کمپنی کی مصنوعات استعمال نہ کریں۔ ان شواہد کی موجودگی میں کون آنکھیں بند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ شیزان کمپنی قادیانیوں کی ملکیت نہیں ہے۔

نوٹ: قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کے متعلق مرکز سراجیہ لاہور 0423-5877456 نے علمائے اہل حدیث، علمائے بریلوی اور علمائے دیوبند کے فتووں پر مشتمل ایک دستاویز شائع کی ہے جس میں ان کے سکین شدہ فتوے من و عن شامل ہیں۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''خطیب'' لاہور، اکتوبر ۲۰۱۳ء)

محمد عرفان الحق

داماد نبی ﷺ، ہم زلف علیؓ، شہید مظلوم مدینہ منورہ، خلیفۂ راشد

امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

کی حیات مبارکہ کے چند گوشے

سفید مائل زرد رنگت کے سفید ریش بزرگ اپنے مکان کے دریچہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ بزرگ کے پرنور چہرے پر چیچک کے نشانات تھے۔ زلفیں کندھوں تک آئی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے فسادی لوگوں سے انتہائی مشفقانہ انداز میں فرما رہے تھے:

''میری دس خصال میرا رب ہی جانتا ہے مگر تم لوگ آج ان کا لحاظ نہیں کر رہے

۱۔ میں اسلام لانے میں چوتھا ہوں

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی میرے نکاح میں دی

۳۔ جب پہلی صاحب زادی فوت ہوئی تو دوسری میرے نکاح میں دے دی

۴۔ میں نے پوری زندگی کبھی گانا نہیں سنا

۵۔ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی

۶۔ جس ہاتھ سے حضور علیہ السلام کی بیعت کی اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا

۷۔ میں نے جب سے اسلام قبول کیا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ میں نے کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو، اگر کسی جمعہ کو میرے پاس غلام نہیں تھا تو میں نے اس کی قضاء کی

۸۔ زمانۂ جاہلیت اور حالت اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا

۹۔ میں نے کبھی چوری نہیں کی

۱۰۔ میں نے نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا

اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھ سے توبہ کرا لو۔ واللہ! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نماز پڑھ سکو گے اور نہ دشمن سے جہاد کر سکو گے۔ اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا''۔

یہ بزرگ تیسرے خلیفۂ راشد، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تھے۔ آپؓ خاندان بنوامیہ سے تھے۔ ذہن میں رہے کہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے خواہش کے مطابق مشرقی ومغربی پاکستان میں سب سے پہلے پاکستان کا جھنڈا لہرانے والے عثمانی برادران (مولانا شبیر احمد عثمانی ومولانا ظفر احمد عثمانی) بھی سیدنا عثمانؓ کے خاندان سے تھے۔ اور محمد علی جناح کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ بھی مولانا شبیر احمد عثمانی ہی نے پڑھایا تھا۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے اور ناشر قرآن بھی۔ آپ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے چوتھے فرد تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدہ رقیہؓ سے سیدنا عثمانؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے اور انہی عبداللہؓ کے نام پر سیدنا عثمانؓ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' تھی۔ مروج الذہب کے مطابق ان عبداللہؓ بن عثمانؓ کا انتقال 76 سال کی عمر میں ہوا۔ سیدنا عثمانؓ اور سیدہ رقیہؓ کے ان صاحب زادے اور نبی علیہ السلام کے نواسے جناب عبداللہؓ کی اولاد فی زمانہ بھی پاکستان کے کچھ علاقوں میں موجود ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو کہ اس وقت بستر علالت پر تھیں، کی تیمارداری کے لیے رک گئے اور غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ مگر بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اصحاب بدر کے مثل درجہ عطا ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پُر ملال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری بیٹی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں اسی طرح ایک کے بعد ایک، عثمان کے نکاح میں دیتا جاتا (اور ایک روایت کے مطابق سو)۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔ اس صفت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کا لقب ''ذوالنورین'' یعنی ''دونوروں (روشنیوں) والا'' ہے۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ 12 سال تک امتِ مسلمہ کے خلیفہ رہے اور کئی ممالک فتح کر کے خلافت اسلامیہ میں شامل کیے۔ آذربائیجان، آرمینیا، ہمدان کے علاقوں میں بغاوت ہوئی، جس کا قلع قمع امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی ہوا۔ اور اس بغاوت کا سدباب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی بغاوتوں کے سدباب کی طرح ہی اہم تھا۔ مزید یہ کہ ایران کے جو علاقے مثلاً بیہق، نیشاپور، شیراز، طوس، خراسان وغیرہ بھی خلافت عثمانی میں ہی فتح ہوئے اور قیصر روم بھی آں محترمؓ کے دور میں ہی واصل نار ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی بحری جہاد کا آغاز ہوا۔ بحری جہاد کی ابتداء کرنے والے لشکر کے لیے جنت کی خوشخبری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لسان مبارکہ سے ارشاد فرما چکے تھے۔ 27/28 ہجری میں امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اس وقت کے

امیر شام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلا بحری بیڑا تیار کیا اور جزیرۂ قبرص سمیت کئی اہم خطوں پر پرچم اسلام لہرایا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شرم وحیا اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی زنا نہیں کیا اور نہ ہی کبھی شراب نوشی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ انتہائی نرم خو اور سخی تھے۔ متعدد مرتبہ نادار اور مجبور مسلمانوں کے لیے اپنا مال بغیر کسی قیمت کے فی سبیل اللہ خرچ کیا۔ اور کئی دفعہ جہاد کے لیے مالی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال وزر پیش کیا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سخاوت جنت کا درخت ہے اور عثمانؓ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور کمینگی جہنم کا درخت ہے اور ابو جہل اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی ہے (کنز العمال)۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک سے کپڑا نسبتاً زیادہ اوپر اٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں علم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ چلے آ رہے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی عجلت میں کپڑا نیچے کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس ضمن میں استفسار فرمایا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ: کیا میں اُس سے حیا نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں (مسلم)۔

صلح حدیبیہ کے سال نبی علیہ السلام اپنے صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے جانب مکہ عازم سفر ہوئے مگر معلوم ہوا کہ کفار مکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمرہ ادا کرنے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر گفت وشنید کے لیے مکہ بھیجا جہاں کفار نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اڑادی۔ اس پر نبی علیہ السلام کو انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کے قتل ناحق کا انتقام لینے کے لیے اپنے ساتھ موجود تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ سے فرداً فرداً بیعت لی، اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعتِ رضوان کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دست مبارک قرار دیتے ہوئے اُنؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بدولت تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ آپ کو ایک قمیص پہنائے گا (یعنی خلافت عطا فرمائے گا) لوگ چاہیں گے کہ آپ وہ قمیص اتار دیں (یعنی خلافت سے دستبردار ہو جائیں) اگر آپ لوگوں کی وجہ سے اس سے دستبردار ہوئے تو آپ کو جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سبائی بلوائیوں کے پُر زور مطالبہ کے باوجود بھی منصبِ خلافت سے دستبردار نہ ہوئے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان لٹا دی۔ انہی ناہنجار سبائیوں کے محاصرہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دریچہ سے ظاہر ہو کر ان عاقبت نااندیش سبائی آلہ کاروں کو تنبیہ کی مگر اُن کی عقلیں ماؤف اور ضمیر مردہ ہو چکے تھے۔ اسی سبائی سازش کے نتیجہ میں خلیفۂ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عام مسلمان بغرض حج مکہ مکرمہ میں تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دست

بردار ہونے کو کہا گیا مگر بحکم نبوی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ رَدکر دیا۔اور چالیس دن بھوکے پیاسے روزہ کی حالت میں ان سازشی سبائیوں کے محاصرہ میں اپنے گھر میں ہی مقید رہے۔ دن رات نماز وتلاوت قرآن میں مشغول رہے۔اور بالآخر 18ذی الحج،35 ہجری کو دوران تلاوت شہید کردیے گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

امام جود وسخا، پیکر شرم وحیا، ہم زلف علی مرتضیٰؓ، کاتبِ وحی، ذوالنورین، فاتح افریقہ،خلیفۂ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت ومنقبت کے تفصیلی احاطہ کے لیے یہ مضمون انتہائی مختصر ہے اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت مطہرہ کے محض چند پہلو سپرد تحریر کیے گئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ان مقدس شخصیات کی عظمت کے تحفظ کیلئے ہماری جان، مال اور وقت اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمالے،آمین۔

بروایت ترمذی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں، میرے رفیق جنت عثمانؓ ہیں۔ترمذی ہی کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کا جنازہ لایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھنے سے انکار فرمادیا،صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم نے تو کبھی آپ کو کسی جنازہ سے انکار کرتے نہیں دیکھا،تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس شخص کو عثمانؓ سے بغض تھا پس اللہ کو بھی اس سے نفرت ہے۔بروایت بخاری، ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین احد پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد! رک جا! اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔غور فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے پہاڑ کی حرکت بھی برداشت نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ رک جا۔سوچیے! کیا آج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت ورفعت اور علوشان کے منافی فکر رکھنے والوں کی داروگیر اور سرزنش روک دی جائے؟ نبی کریم، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو پہاڑ کی حرکت برداشت نہیں کرتے تو کیا آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وایقان پر اعتراضات برداشت کر لیے جائیں؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ان مہکتے پھولوں کو ایمان سے عاری مشہور کرنے کا متوازی اسلام منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچنے دیا جائے؟ ہرگز نہیں!!! اللہ تعالیٰ ہمیں عظمت صحابہؓ کے تحفظ کے لیے حتی المقدور سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ چونکہ مکتب نبوت کے ایک اہم اور لائق شاگرد تھے انہوں نے اپنے مربی نبی کریم ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں جہاں اور کئی مواقع پر آنحضرت ﷺ کی تربیت کے مطابق قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے احسن انداز اختیار فرمائے وہاں سیدنا عثمانؓ نے وقتاً فوقتاً علم وحکمت اور دانائی وتدبر سے بھرپور کلمات بھی ارشاد

فرمائے جن میں سے چندایک پیش ہیں:

- اللہ کے ساتھ تجارت کروتو بہت نفع ہوگا
- بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہوجائے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے
- دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے
- متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو تو سمجھے کہ وہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہوگیا
- سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے
- دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو قبر اس کے لیے باعث راحت ہوگی
- اگر تمہارے دل پاک ہوجائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو
- محاصرہ کے زمانہ میں جب اتمام حجت کے لیے آپ نے بالاخانہ سے سر باہر نکالا تو فرمایا مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ متفقہ قوت کے ساتھ قتال نہ کرسکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہوجائے گا اور باہم مختلف ہوجاؤ گے
- محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! آپ تو مسجد نہیں جاسکتے انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں تو آپ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہوجایا کرو، ہاں برے کاموں میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرو

☆......☆......☆

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

دشمنانِ امام مظلوم سیدنا عثمان کا عبرتناک انجام

اعدائے اسلام کو وفاتِ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت خوشی ہوئی مگر خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن کی خوشی کو جلد ہی غم میں بدل دیا۔ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر پھران کو اُمیدیں لگ پڑیں مگر دعائے رسول کے مقابلے میں باطل کب پنپ سکتا تھا۔ شام میں رومی مقبوضات ہاتھ سے نکل چکے تھے اب مرادِ رسول سیدنا فاروق اعظم نے وقت کی دونوں سپر پاوروں کی زیروکر دیا۔ یہود و مجوس اور نصاریٰ تینوں سیخ پا تھے، انہی کے فرستادہ ابولؤلؤ نے دو اور سازشیوں کے ساتھ مل کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ مگر اس سے بھی کام نہ بنا، یہ انفرادی دہشت گردی کی ابتدا تھی...... فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے شدید زخمی ہو کر بھی اُمت کی خیر خواہی میں چھ اصحابِ کبار کی خلافت کمیٹی بنا دی جنہوں نے بطریق احسن خلافت نبوی کی اہم اور اعلیٰ مسند پر دامادِ رسول سیدنا عثمان غنی کو بٹھا دیا۔ اعدائے دین حیران تھے کہ اسلام بڑھتا پھیلتا چلا جا رہا تھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلافصل صدیق اکبر نے گیارہ لاکھ مربع میل پر اسلامی پرچم لہرایا تھا، تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بائیس لاکھ مربع میل پر پہنچا دیا اُن کے جانشین سیدنا عثمان غنی نے تو مشارق ارض سے مغارب تک اسلامی فتوحات کا جھنڈا گاڑ دیا۔ مشرق میں سندھ وہند سے لے کر مغرب میں مصر سے آخر افریقہ اور اس کے ساتھ یورپ میں سپین پرتگال اور فرانس کے ایک حصہ تک مجاہدینِ اسلام پہنچ گئے۔ چوالیس لاکھ مربع میل تک اسلامی قلمرو وسیع ہو گئی۔ اب اعدائے اسلام نے سوچا کہ مسلمانوں کے ساتھ بالمقابل لڑائی میں تو فتح ناممکن ہے لہٰذا یہود و مجوس، نصاریٰ اور دیگر باطل عناصر سر جوڑ کر بیٹھے اور منافقت اور پروپیگنڈے کا ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔

اعدائے اسلام کو ایک بھرپور چالاک عنصر (NOTORIOUS) عبداللہ بن سبا ہاتھ آ گیا جس کا باپ مجوسی اور ماں یہودن تھی۔ اس شخص کی شرارتیں اور سازشیں نہایت کامیاب ہوئیں۔ اس نے حُبِّ علی کا چولا پہنا، بصرہ، کوفہ، مصر، یمن و دیگر علاقوں کے دورے کیے اور اپنی جماعت سبائی پارٹی کو منظم کیا۔ اس نے سرِ عام حُبِّ علی اور حُبِّ آل رسول کا نعرہ لگایا۔ مدینہ منورہ کے اکثر لوگ اور قرب و جوار کے مخلص مسلمان ایامِ حج میں جب مکّہ مکرّمہ چلے گئے تو یہ سازشی گروہ مدینہ منوّرہ پر قابض ہو گیا اور امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روزے سے تھے، تلاوتِ قرآن پاک کر رہے تھے۔ آپ کا مقدس خون کھلے قرآن کی آیات پر پڑا۔ یہ قرآن پاک آج بھی

تاشقند میں اصل حالت میں موجود ہے اور اُس کا فوٹو کاپی نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں ہے۔

اب ہم قاتلین عثمان کے انجام کی طرف آتے ہیں۔ پوری کہانی کے لیے تو کتاب چاہیے، مختصراً نام اور انجام حاضر ہے۔

۱۔عبداللہ بن سبا: سازشی گروہ، سبائی پارٹی کا شیعان علی کے نام سے بانی عبداللہ بن سبا تھا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ربّ کہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے توبہ کرنے کو کہا۔ اُس نے انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے آگ میں جلوادیا۔ (شیعہ کتاب، رجال کشی)

۲۔محمد بن ابی حذیفہ: ابن سبا کا دست و بازو، مصر میں سبائیوں کا سرغنہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کے ارادے سے جیل میں ڈال دیا مگر وہ طویل زمانہ جیل میں ہی رہ کر مر گیا۔ (حوالہ بالا) دوسری روایت کے مطابق جیل سے بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن عمرو بن ظلام نے پکڑ کر گردن اُڑادی۔ (البدایہ)

۳۔محمد بن ابی بکر: سبائی پارٹی نے اسے فریب میں مبتلا کیا۔ گورنری کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُسے گورنر نہ بنایا تو مخالف ہو گیا۔ مصر میں قتل کیا گیا۔ (ابن جریر)

۴،۵۔ذریح بن عبّاد اور ابن محرش: یہ دونوں ایک ایک گروہ کے سربراہ تھے، بصرہ میں قتل ہوئے۔ طبری کی روایت ہے مدینہ جاکر حضرت امام کے خلاف لڑنے والے سارے مارے گئے سوائے حرقوص کے (جو بعد میں انجام کو پہنچا)۔

۶۔عمرو بن حمق: یہ بھی محمد بن ابی بکر کے ساتھ دیوار پھاند کر بیتِ عثمان میں داخل ہوا۔ سینۂ اقدس پر بیٹھ کر نیزے کے نو وار کیے۔ حضرت امیر معاویہ نے اسے طلب کیا یہ ایک غار میں چھپ گیا۔ لوگوں نے غار میں جا پکڑا۔ سر کاٹ کر امیر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

۷۔مالک الاشتر: یہ بھی ابن سبا کا دستِ راست تھا۔ ۳۸ھ میں مارا گیا۔ (اصابہ، ج:۳)

۸۔حکیم بن جبلہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر پتھراؤ کیا تھا، اُمّ المؤمنین کو گالیاں بھی دی تھیں۔ آخر گھسیٹ کر لایا گیا اور اس کا سر مروڑ دیا گیا۔ (طبری، ج:۶)

۹۔غافقی بن حرب: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے محصور ہو جانے پر میزبان رسول حضرت ابوایوب کو امام قرر فرمایا لیکن غافقی بن حرب نے مصلّی پر قبضہ کر لیا۔ پھر حضرت عثمان پر حملہ کے وقت قرآن پاک کو پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ (طبری)

۱۰۔کنانہ بن بشر: اس بدبخت نے لوہے کی لٹھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک پر ماری، خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ قرآن پاک رنگین ہو گیا۔

۱۱۔خالد بن ملجم: یہ بھی قاتلان عثمان میں نمایاں تھا۔ بری موت مرا۔

۱۲۔سودان بن حمراں: اس نے تلوار کا وار کیا۔سورۃ بقرہ کے سولہویں رکوع کی اکثر آیات پر خون پھیل گیا۔(طبری)

۱۳۔کمیل بن زیاد: حجاج کے ہاتھوں قتل ہوا۔اعلاء السنن اورازالۃ الخفا کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ انتقام نہ لے سکے وہ خود مجتہد تھے۔انتقام لینے کو مؤخر کر رہے تھے،بہت سے اصحاب رسول ان سے اس رائے میں اختلاف رکھتے اور پہلے انتقام لینا ضروری سمجھتے تھے۔تاہم اصحاب رسول کو مقامِ اجتہاد حاصل ہے کسی مسلمان کو اُن پر حرف گیری کی اجازت نہیں......پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے خود انتقام لیا۔اگر چہ فسادی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر اپنے کو بچانے کی کوشش بھی کرتے رہے اور اہم عہدوں پر مثلاً سپہ سالار گورنر وغیرہ بن گئے تھے۔

قاتلینِ عثمان میں سے بہت سے لوگ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں بصرہ میں مارے گئے۔بہت سارے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں مارے گئے،باقی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔پھر بھی جو بچ گئے اُن پر اللہ نے حجّاج کو مسلّط کیا مثلاً کمیل بن زیاد اور عمیر بن ضابی

۱۴۔عمیر بن ضابی کی عجیب کہانی ہے۔خوارج کا فتنہ فرو کرنے کے لیے جب حجّاج بن یوسف کوفہ میں امیر بن کر آیا تو اس نے سب کو جہاد پر نکلنے کا حکم دیا۔عمیر بن ضابی نے کہا میں بوڑھا ہوں،میرے بیٹے کو لے جاؤ،مجھے استثنیٰ دے دو۔حجّاج نے کہا ٹھیک ہے۔لیکن ساتھ ہی کھڑے ایک شخص نے کہا:''اے امیر آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ کہا نہیں،کہا یہ وہی شخص ہے جس نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد بھی اُن پر ظلم ڈھایا تھا۔اس بارے میں اس نے اشعار بھی لکھے کہ میں نے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اُن کے جسدِ اقدس پر چڑھ کر اُن کی پسلیاں توڑیں......''اس سے پوچھا گیا تو نے یہ قصیدہ لکھا ہے؟اس کے اقرار پر حجّاج نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر قلم کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ،حضرت زبیر،اُمّ المؤمنین عائشہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سبائیوں کا زیادہ بغض اسی انتقام کا ردِ عمل ہے اور شاید حجّاج بن یوسف سے بھی جس نے قرآن مجید پر اعراب لگوائے ورنہ آج عجم تو دور کی بات ہے اکثر عرب بھی درست قراءت نہ کر سکتے۔

سیرت وتاریخ کی کتابوں سے یہ واضح ہے کہ جن ظالموں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں اُن کو ذلّت ورسوائی کی موت سے دوچار کیا۔قاتلوں میں سے کوئی ایسا نہیں رہا جو مجنون اور پاگل ہو کر نہ مرا ہو یا قتل نہ کیا گیا ہو(البدایہ،ج:۷)

علاّمہ سیوطی لکھتے ہیں عـامَّتُهُمْ جنّوا اکثر پاگل ہوگئے اور اللہ عزیز ذو انتقام کی گرفت سے بچ نہ سکے۔بصرہ کی گلیوں میں ایک ٹنڈ منڈ لوتھڑا گھسٹتا جا رہا تھا اور آگ آگ کی دہائی دے رہا تھا۔کسی نے پوچھا اے آدمی!آگ کہاں ہے اور تو شور کیوں مچا رہا ہے؟اس نے کہا مجھے نہ چھیڑ،پوچھتا ہے تو بتا دیتا ہوں کہ میں بھی قاتلینِ عثمان میں شامل تھا۔میں نے

عثمان پر حملہ کیا تو ان کی بیوی بچاؤ کی غرض سے آگے بڑھی۔ میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ حلم و حیا اور صبر و استقامت کا پتلا عثمان جو اپنی جان پر ظلم برداشت کر رہا تھا اپنی گھر والی کی توہین برداشت نہ کر سکا۔ اس کی زبان سے نکلا تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تیرے پاؤں شل ہو جائیں تو اندھا ہو جائے تو جہنم میں جائے۔ اے بھلے مانس تو دیکھ رہا میں دونوں ہاتھوں سے لنجا ہو چکا ہوں میرے دونوں پاؤں شل ہو کر بیکار ہو گئے ہیں، میں اندھا ہو چکا ہوں۔ ان کی تین بددعائیں پوری ہوچکی ہیں اب آخری بددعا جہنم کی آگ بھی مجھے نظر آ رہی ہے جو تجھے نظر نہیں آ رہی۔

شاہ ست غنی۔ بادشاہ ست غنی (رضی اللہ عنہ)

سر داد نہ داد دست در دست یہود

برفلکِ عدل مہرو ماہ ست غنی　　شاہ ست غنی بادشاہ ست غنی
چوں جامع مصحف اللہ ست غنی　　دین است غنی دیں پناہ ست غنی
ہم زلف علی و خالوئے حسنین　　فردوسِ دل و خلدِ نگاہ ست غنی
صدیق وعمر بہرِ دیں سقف وعماد　　باب است علی شہر پناہ ست غنی

سر داد نہ داد دست در دست یہود
حقا! کہ نشانِ لا الہ ست غنی

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

شہیدِ غیرت، نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

شخصیت وکردار

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور برادرِ نسبتی خلیفۂ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ آپ کا نسب مبارک ماں والدہ کی طرف سے دوسری جبکہ والد کی طرف سے تیسری پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ یہ عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ (سیدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دادی (فاطمہ بنت اسد بن ہاشم) اور پردادی (فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ) تینوں کا نام ''فاطمہ'' ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مشہور قول کے مطابق ۵/شعبان المعظم ۴ھ میں مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے اور اکثر شیعہ وسُنّی اربابِ سِیَر وتاریخ نے اس ولادت کو اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہ کی حقیقی بہن اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ اُمّ الفضل لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہ کے خواب کی نبوی تعبیر اور بشارت کا مصداق قرار دیا ہے۔

اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا یہ خواب دیگر کُتب کے علاوہ طبقات ابن سعد، ابن ماجہ، دلائل النبوّت للبیہقی، مستدرک للحاکم، مشکوٰۃ اورالاصابہ میں بھی موجود ہے۔ اس روایت کے مطابق اُم الفضل رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہے کہ:

''میں نے رات کو ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خواب بہت مبارک ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق میری گود میں آئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب: مناقب اہلِ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۵۷۲)

ابن ماجہ کی روایت کے مطابق اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے انہیں (اپنے بیٹے) قثم کے ساتھ دودھ بھی پلایا۔ سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا ابتدائے نبوّت میں ایمان لے آئی تھیں لیکن ان کے شوہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا کھل کر اظہار نہیں کیا تھا اس لیے فتحِ مکّہ سے پہلے مدینہ منوّرہ ہجرت نہ کرسکیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۷ میں ان لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے جو قدرو استطاعت کے باوجود ہجرت نہ کریں لیکن کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو اس وعید سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں اور میری ماں بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں ہجرت نہ کر سکنے پر قرآنی وعید سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔''

(جمع الفوائد، جلد:۲،ص:۱۵۷۔رقم الحدیث:۶۸۹۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا فتحِ مکّہ تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ میں ہی مقیم رہیں۔ مکہ مکرمہ رمضان ۸ ھ میں فتح ہوا۔ حُنین اور طائف کے معرکوں اور عمرۃ الجعرانہ کے بعد اواخر ذی قعدہ ۸ ھ مدینہ منورہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراجعت ہوئی۔ سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ تشریف لے آئیں تو اس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۹ ھ کے اوائل میں ثابت ہوتی ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب کی تعبیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود حاضر ہوکر دریافت کی تھی۔ ابن ماجہ اور دلائل النبوت (للبیہقی) کے متن سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے:

''**قالت اُمّ الفضل یا رسول اللّٰہ**......'' (سنن ابن ماجہ،ص:۲۸۹)

''**انہا دخلت علیٰ رسول اللّٰہ و قالت**......'' (مشکوٰۃ المصابیح ص:۵۷۲)

روایت میں مذکور صریح الفاظ سے بعض حضرات کے اس احتمال کا بھی رد ہوگیا کہ ''اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا'' نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب کی تعبیر کسی قاصد کے ذریعے پوچھی ہوگی۔

یہ احتمال اس لیے بھی غلط ہے کہ تعبیر میں بچے کو گود میں لینے اور اسے دودھ پلانے کا بھی ذکر تھا تو سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کے مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہونے کی صورت میں کسی قاصد کے ذریعے خواب کی تعبیر معلوم کر کے اس کے اس حصے پر کیوں کر عمل کیا جا سکتا تھا؟

مولانا محمد نافع صاحب سیدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا خواب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تعبیر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''چنانچہ بشارت مذکورہ کے مطابق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سے متولد ہوئے اور ان کو جناب اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا (لبابہ بنت الحارث) نے اپنی گود میں لے کر قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنا شیر پلایا اور اس طرح مذکورہ خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

اس روایت کی رو سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت خوب عیاں ہے۔ اسے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں یوں فرمایا:

''**الحسین مِنّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن**''　　(فوائدِ نافعہ، حصہ دوم، ص:۱۷۰)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے رمضان ۹ھ میں ہجرت کی تھی۔ ''و قـدوم اُمّ الـفـضـل فی رمضان فی التاسع '' اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس قول کہ: ''ثمّ هاجر قبل الفتح بقليل و شهد الفتح ''(الاصابہ، جلد:۲،ص:۲۷۱)

پھر انہوں نے (علانیہ) قبول اسلام کے بعد فتح مکہ سے کچھ پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔) کو ترجیح دی جائے تو پھر بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵؍شعبان ۴ھ میں واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ اس قول کے اعتبار سے تاریخِ ولادت فتح مکّہ رمضان سے پہلے ۵؍شعباب ۸ھ قرار دی جائے گی۔

البتہ محشی ابن ماجہ شیخ عبدالغنی المجد دی الدھلوی المدنی نے ایک اور انداز سے اس کا تجزیہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ اُمّ الفضل کے خواب سے متعلق زیرِ بحث روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''قـولـه قثم هو ابن عباس......الخ'' یعنی روای کا قول قثم تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا ان کی بیوی ہیں لیکن اس پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے (قثم) اور اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آمد فتح مکّہ کے سال ۸ھ میں ہوئی اور اس وقت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں کا دودھ چھڑایا جا چکا تھا کیونکہ (جمہور کے قول کے مطابق) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ھ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ۴ھ کی ہے تو یہاں یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر قتادہ کی وہ روایت صحیح ہے جو ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت چھے سال اور ساڑھے پانچ ماہ گزرنے پر ہوئی تھی تو (اس حساب سے) ان کی ولادت رجب ۷ھ کی ہوتی ہے اور اُمّ الفضل کی (مدینے میں) آمد رمضان ۹ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی) ولادت اور (اُمّ الفضل رضی اللہ عنہ کے مدینے میں) آمد کے درمیان دو سال اور دو ماہ کی مدت بنتی ہے تو یہ (صورت حال) امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر منطبق ہوتی ہے کہ بچے کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہوتی ہے۔''

(ابن ماجہ،ص ۲۸۹۔حاشیہ نمبر ۶۔انجاح الحاجۃ۔مطبوعہ مکتبہ دار القرآن والحدیث ملتان)

لیکن ابن ماجہ اور دلائل النبوۃ میں مذکور روایت کے متن سے اس کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مطابق اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے اپنے خواب کی تعبیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر دریافت کی تھی اور محشّی کے بقول وہ رمضان ۹ ہجری میں مدینہ منوّرہ میں آئیں۔ لہٰذا مطابق روایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۷ ہجری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۹ ہجری سے پہلے نہیں ہو سکتی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ۷ ہجری میں پیدا ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس موقع پر ''دایہ گیری'' کے فرائض سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے سرانجام دیے تھے جو اپنے شوہر حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کے

ہمراہ فتح خیبر کے موقع پر ۷ ہجری میں حبشہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لائی تھیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عمر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت فاطمہ کی پہلی اولاد بھی ہوں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بھائیوں سے بڑی تھیں۔

ترجمان شیعیت ملّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ:

''یہ سن کر جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہایت صدمہ ہوا اور متفکر ومتردد ہو گئیں یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب رات ہوئی امام حسنؓ کو دائیں اور امام حسینؓ کو بائیں کاندھے پر اٹھایا اور بایاں ہاتھ اُمّ کلثومؓ کا اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں...... واپسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کو اور فاطمہؓ نے امام حسینؓ کو اٹھایا اور اُمّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں تشریف لائے۔ (جلاء العیون، ج:۱،ص:۲۱۷۔۲۱۸)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُمّ کلثوم اپنے دونوں بھائیوں سے عمر میں بڑی تھیں تبھی تو انہیں پیدل چلایا گیا۔ نیز اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ۱۷ ہجری میں جب ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو وہ کسی بھی صورت میں چودہ برس سے کم عمر نہیں ہوسکتیں۔

بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دوسرے بیٹے کی ولادت کی اطلاع پاکر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نومولود بچے کو آغوش میں لے کر کانوں میں اذان دی، برکت کے لیے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی، شہد چٹایا، کھجور چبا کر اس کی گھٹی دی اور دعائیں دیتے ہوئے نام پوچھا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''حرب''، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ''حسین'' رکھا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اور سر کے بال ترشوانے کے بعد خوشبو لگائی گئی۔

عہدِ نبوی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ انتہائی کم سن تھے اس لیے براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کا زیادہ موقع نہ ملا تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے والد نے اس کی تلافی کر دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ چونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ متصل تھا اس لیے تقریباً روزانہ انہیں دیکھنے کے لیے تشریف لے جاتے اور دونوں صاحبزادوں کو بلا کر ان سے پیار کرتے، گود میں لیے پھرتے، کبھی کندھوں پر اُٹھا لیتے، ان سے لاڈ کرتے اور ان کا لاڈ دیکھتے اور وہ دونوں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد مانوس تھے۔ ان کی شان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**هما ريحانتا من الدنيا**''　　یہ دونوں تو دنیا میں میرے پھول ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب: مناقب الحسن والحسین، رقم الحدیث: ۳۷۵۳)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے قریب سے گزر رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آئی تو فوراً پلٹے اور جا کر سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''**الم تعلمی انّ بکائه یؤ ذینی**'' کیا تو نہیں جانتی کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

پھر آگے بڑھ کر انہیں اُٹھالیا، پیار کیا اور جب تک وہ چپ نہ ہوئے گھر سے باہر نہ نکلے۔

(طبرانی، جلد:۳، ص:۱۱۶، رقم الحدیث:۲۸۴۷)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ عہد صدیقی و فاروقی میں کم سنی کی وجہ سے کسی مہم میں حصہ نہیں لے سکے البتہ عہد عثمانی میں انہوں نے اپنے بھائی کے ہمراہ حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ۳۰ ہجری میں طبرستان کی فوج کشی میں شرکت فرمائی۔

۳۵ ہجری کے آخر میں جب مفسدوں، باغیوں اور بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو دونوں بھائی نے بحثیت محافظ شب وروز انتہائی جراءت مندانہ کردار ادا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ موصوف نے ابتدا ہی سے صلح پسند، خون ریزی سے اجتناب کرنے والے اور مسلمانوں کے باہمی قتال سے سخت متنفر تھے۔ پھر ان کے ششماہی دور خلافت میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ وہ اپنی فوج سے بیزار اور مایوس ہوگئے اور ان پر بالکل اعتماد نہ رہا اور حق یہ ہے کہ یہ اعتماد کے قابل ہی نہ تھے اور بارہا زبان سے وفادار اور عمل سے بے وفا ثابت ہو چکے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی فراست وبصیرت اور سابقہ تجربے ومشاہدے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ان مفسدین سے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہی نبرد آزما ہوسکتی ہے تو کیوں نے زمامِ خلافت انہیں سونپ کر قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ اور اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کی تکمیل کا باعث بن جاؤں کہ:

''**اِنَّ ابْنِیْ هٰذا سَیِّد لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ**''

(صحیح بخاری، کتاب الصلح، رقم الحدیث:۲۷۰۴)

یقیناً میرا یہ نواسہ سید ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے معقول ومناسب شرائط طے کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے باقاعدہ ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت بھی کر لی، باتفاق شیعہ وسنّی مؤرخین ان مبایعین میں دوسرے نمبر پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

اس عظیم الشان صلح سے یہودیوں، مجوسیوں، منافقوں، تفرقہ بازوں، ابن اُبیّ اور ابن سبا کے تربیت یافتہ مفسدوں کی اُمیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اس لیے وہ دونوں بھائیوں کو برابر بیعت توڑنے پر اُکساتے رہے لیکن یہ حضرات اپنے مؤقف پر جراءت و بہادری کے ساتھ قائم رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہل عراق نے ایک دفعہ پھر حضرت حسین رضی اللہ کو ''نقضِ بیعت پر ابھارنے کی کوشش کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب طلب کرنے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے وضاحتی مکتوب میں یہ اعلان فرمایا کہ:

''انا قد بایعنا و عاھدنا ولا سبیل الٰی نقض بیعتنا''

(اخبار الطّوال، ص: ۲۲۰، تحت مبایعۃ معاویۃ بالخلافۃ)

یقیناً ہم بیعت اور معاہدہ کر چکے ہیں اور بیعت توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دونوں بھائی ہر سال ان کے پاس ملاقات کے غرض سے جب تشریف لے جاتے تو وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، ان کا استقبال کرتے اور عطیاتِ کثیرہ سے نوازتے حتٰی کہ بعض اوقات ایک دن میں دو دو لاکھ درہم بھی پیش کر دیتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۵۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سلسلہ جاری رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسی طرز عمل کا مظاہرہ کرتے رہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ یہ عطایا و ہدایا مقررہ سالانہ وظائف کے علاوہ تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مشہور غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاری، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی معیت میں شرکت بھی فرمائی۔

اس غزوہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ میری اُمّت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا اس کی مغفرت ثابت ہو چکی ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۹۲۴)

دیگر کتب حدیث کے علاوہ صرف صحیح بخاری میں یہ روایت سات مختلف ابواب میں آئی ہے۔ یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس ''مغفورلھم'' لشکر کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرزند امیر یزید تھے۔ ملاحظہ ہو:

(صحیح بخاری، جلد: اوّل، ص: ۱۵۸۔ طبقات ابن سعد، جلد: ۴، ص: ۶۱۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔ عمدۃ القاری، جلد: ۱۴، ص: ۱۹۸۔ قسطلانی، جلد: ۵، ص: ۱۰۴۔ فتح الباری، جلد: ۶، ص: ۱۰۳۔ مسند احمد بن حنبل، جلد: ۵، ص: ۴۱۶۔ منہاج السنۃ، جلد: ۲، ص: ۲۵۲۔ الاستیعاب مع الاصابہ، جلد: ۱، ص: ۴۰۴۔ اسد الغابۃ تحت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ تاریخ ابن عساکر، جلد: ۷، ص: ۱۱۵ تحت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۵۸)

اسی غزوے میں میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوایوب انصاری کی وفات واقع ہوئی اور ان کی وصیت

کے مطابق ان کی نماز جنازہ امیر لشکر یزید نے پڑھائی اور دشمن کی سرزمین میں دور لے جا کر دفن کر دیا۔

قیصر کو جب پتہ چلا تو اس نے کہا کہ اسلامی لشکر کے واپس جانے کے بعد ہم ان کی لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے۔ جس کے جواب میں امیر لشکر یزید نے رومیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

''یا اھل القسطنطنیة ھٰذا رجل من اکابر اصحاب محمد نبیّنا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و قد دفنا حیث ترون واللّٰہ! لئن تعرضتم لہ لاھدمن من کل کنیسة فی ارض الاسلام ولا یضرب ناقوس بارض العرب ابداً.''

(ناسخ التواریخ، جلد:۲، ص:٦٦۔ الاستیعاب، جلد:۲، ص:٦٣٨۔ العقد الفرید، جلد:۳، ص:۱۳۳)

اے قسطنطنیہ کے باشندو! یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو جہاں ہم نے انہیں دفن کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا تو میں ارضِ اسلام میں موجود ہر کنیسہ کو گرا دوں گا اور پھر سرزمین عرب میں کبھی ناقوس نہیں بجے گا۔

امیر یزید کی اس جراءت مندانہ دھمکی سے قیصر پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس قبر کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی و گستاخی نہ ہوگی بلکہ اس کی حفاظت کا بھرپور خیال رکھا جائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہلِ کوفہ نے اپنی مجلسِ مشاورت میں طے شدہ منصوبے کے مطابق خطوط اور وفود کے ذریعے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لیے کوفہ بھیجا تو انہوں نے ان کے ذریعے سے بھی حالات کی سازگاری پر مبنی رپورٹ اور کوفہ کی طرف روانگی کا ''گرین سگنل'' بھجوا دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس ''سگنل'' کے ملنے کے بعد احباب کے منع کرنے کے باوجود نفلی حج ترک کر کے ''منیٰ'' کے بجائے کوفہ کی طرف روانگی اختیار کر لی۔

راستے میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع پا کر واپسی کا ارادہ کیا لیکن قافلے میں شامل کوفی وفد آڑے آ گیا اور گھیر کر انہیں سفر جاری رکھنے پر آمادہ کر لیا۔ غدار اور بے وفا کوفیوں کے عزائم دیکھ کر میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حسبِ ذیل تین شرائط پیش فرمائیں:

۱۔ مجھے مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے۔

۲۔ کسی سرحد پر بھیج دیا جائے تاکہ کفار کے ساتھ جہاد کروں۔

۳۔ امیر یزید کے پاس شام بھیج دیا جائے تاکہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دوں یا اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دوں تو وہ میرے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔

''اضع یدی فی ید یزید بن معاویة، فاضع یدی فی یده، فاضع یدی فی یده فیحکم فی ما رأی، او ان اضع یدی علٰی ید یزید فهو ابن عمّی.''

(تاریخ طبری، جلد:۴،ص:۳۱۲۔البدایہ والنہایہ،جلد:۸،ص:۱۷۰۔تاریخ ابن خلدون اردو، جلد:۲،ص:۱۰۶۔تاریخ الخلفاء للسیوطی اردو،ص:۳۰۳۔الاصابہ،جلد:۱،ص:۳۳۴۔النبر اس شرح لشرح العقائد،ص:۵۴۱۔احسن الفتاوٰی،جلد:۶،ص:۲۰۳۔تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان نجیب آبادی،جلد:۲،ص:۵۷۔کتاب الارشاد،ص:۲۱۰۔تلخیص شافی،ص:۴۷۱۔روح اسلام ترجمہ سپرٹ آف اسلام،ص:۴۵۸،مؤلفہ: جسٹس امیر علی)

لیکن کوفیوں نے مذکورہ شرائط تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔کیونکہ ان کے خطوط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔نیز مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق سبائیوں اور مفسدوں کے لیے موت کا پیغام بھی تھا۔لہٰذا انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء کوانتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

کوفہ اصل کے اعتبار سے شیعوں کا شہر ہے جس میں کسی کا سُنّی ہونا محتاج دلیل ہے لیکن شیعہ ہونے کے لیے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ میں کوفی ہوں۔چنانچہ شیعہ مجتہد قاضی نوراللہ شوستری لکھتے ہیں کہ:

''اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں ہے بلکہ بدیہی امر ہے جب کہ اہل کوفہ کا سُنّی ہونا خلافِ اصل ہے اور محتاجِ دلیل ہے۔'' (مجالس المؤمنین،ص:۲۵۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے والے، خطوط لکھنے والے، خطوط پہنچانے والے اور خطوط میں (طلاق و عتاق) قسمیہ عہد و پیمان کرنے والے، اپنی موت وحیات کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موت وحیات سے وابستہ کرنے والے، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسی ہزار کی تعداد میں بیعت کرنے والے پھر بیعت توڑنے والے، مسلم رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر کر کوفہ لانے والے، ان کا راستہ روکنے والے، انہیں رفقاء سمیت شہید کرنے والے، مستورات کے خیموں میں لوٹ مار کرنے والے، زینب و فاطمہ کے زیورات اتارنے والے اور فرضی محبت جتا کر نوحہ و ماتم کرنے والے سب کے سب شیعہ ہی تھے۔مزید اطمینان کے لیے حسب ذیل کتب کا مطالعہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ،مؤلفہ: مولانا عبدالشکور مرزاپوری۔شکست اعدائے حسین رضی اللہ عنہ،مؤلفہ: مولانا اللہ یار خان چکڑالوی۔تحفہ حسینیہ، حصہ سوم:ص:۱۴۳تا۱۵۷،مؤلفہ: علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی۔الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی،ص:۱۵۹تا۱۶۴،مؤلفہ: مولانا محمد سرفراز خان صفدر)

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کی جامہ تلاشی لینے اوران کے چہروں پر سے ''نقابِ تقیّہ'' اتارنے کے بعد اپنی انتہائی مدلّل بحث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اور کروانے کے بعد آج تک وہ قاتلوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور ماتم کناں ہیں مگر خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے۔

کیوں وہ بیٹھے ہیں مری نعش پہ دامن ڈالے

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔''

(الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی، ص:۱۶۴)

فقیہ العصر، مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ روایت (**امّا ان اضع یدی فی ید یزید**) اس پر نص ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی خلافت کو تسلیم کر چکے تھے۔ بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو یزید کی حکومت کے تحت جہاد کے لیے جانے کی درخواست کرنا ہی خلافتِ یزید کو تسلیم کرنے پر واضح دلیل ہے......

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے وقت کوئی حکومت موجود نہ تھی اور کوئی خلافت قائم شدہ نہ تھی۔ جب یزید کی خلافت قائم ہوگئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ارادہ سے رجوع فرمالیا تھا۔''

(احسن الفتاویٰ، جلد:۶، ص:۲۰۳-۲۰۴)

حضرت مفتی صاحب اسی بحث میں آگے چل کر اسی مؤقف کا اعادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غرضیکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس اقدام کو شرعی فرض سمجھ کر نکلے تھے مگر بعد میں راستہ ہی میں جب خلافتِ یزید کا کامل طور پر قیام واستحکام معلوم ہوگیا تو فوراً اپنے مؤقف سے ہٹ گئے کیونکہ قیامِ خلافت کے بعد جوازِ خروج کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ پس جس طرح یزید کے بارے میں توقف اسلم ہے اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ مؤکد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کفِ لسان ہے اور ان کا اعزاز واحترام اور ان سے محبت وعقیدت اور حسنِ ظن ضروری کہ یہی صراطِ مستقیم بین الافراط والتفریط ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ فیصلہ اور مذہب وشعار ہے۔ آج تک اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی فرد نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی اور آپ کی طرف سوءِ نیّت کی نسبت کو روا نہیں رکھا بلکہ آپ کی محبت کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔'' (حوالۂ مذکور، ص:۲۱۹-۲۲۰)

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ واقعۂ کربلا سبائی سازش کا شاخسانہ تھا اور سبائیت نے یہودیت کی کوکھ سے جنم لیا ہے جب کہ یہود ونصاریٰ اسلام کے ابدی دشمن ہیں اور ان ہی دشمنوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں اہم کردار ادا کیا، انھوں نے منافقین کی جماعت کو استعمال کیا اور سانحہ کربلا کے نتیجے میں اُمّت مسلمہ کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ آج بھی رافضی اور سبائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی آڑ میں منافقت کا روپ دھار کر اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخِ اسلام کا ایک دردناک باب ہے۔ اس سانحہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ

منافقین کو مسلمانوں کی صفوں سے نکال باہر کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کچھ المیہ نہیں کہ پیشہ ور واعظین نے قوم کو وضعی داستانوں میں الجھا کر دین اسلام کی اصل شکل کو مسخ کر دیا ہے۔ یقیناً ''بلا'' تو وہ تھی جو میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نازل ہوئی مگر ''کرب'' یہ ہے کہ چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ظالموں نے انہیں معاف نہیں کیا بلکہ جھوٹ پہ جھوٹ تراش کر ان کے ذمّے لگاتے جا رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور سبائیوں کے کفریہ نظریات سے عوام کو آگاہ کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کی سازش کو بے نقاب کیا جائے جس میں بدقسمتی سے کچھ نامی گرامی شخصیات بھی شامل ہوگئی ہیں۔ چنانچہ بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرحوم کی ایک مجلس میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ نے تو بیعت کر لی تھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ کی؟ اور وہ ان کو مطعون کرتے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی مسلمان حکومت پوری طاقت سے قائم ہو تو اس کے خلاف اٹھنا ہما شما کا کام نہیں۔ صرف وہ اٹھ سکتا ہے جو فیصلہ کر چکا ہو کہ وہ اٹھے گا خواہ کچھ ہو جائے۔

جو لوگ ایسی بات کہتے ہیں ان کو صحابہؓ کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہیے نہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا۔ اُٹھنے والے سے صفائی پیش کرنے کا مطالبہ کرنے کا کیا موقع ہے؟ صحابہؓ کی پوزیشن صاف کی جا سکتی ہے۔ ہر شخص کا یہ کام نہیں تھا۔''

(شہادت حسینؓ کا حقیقی مقصد، ص:۲۴، مطبوعہ: فرینڈز پبلی کیشنز پاک گیٹ ملتان شہر)

یہ بات یقیناً باعث حیرت ہے کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ بھی اسی نوعیت کا حسب ذیل تبصرہ فرما گئے:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہؓ نے مکّہ میں روکا۔ یعنی سارے صحابہ کرامؓ جو اس وقت موجود تھے سب نے روکا اور آپ نہیں رکے۔ اس سے کچھ کم فہموں نے اپنا غلط خیال قائم کر لیا کہ آپ حکومت حاصل کرنے گئے حالانکہ یہ غلط تھا۔ ایک واقعہ ہے کہ راستہ میں آپ کو جب ایک شخص نے روک کر سمجھایا تو آپ نے ایک تھیلہ اُلٹ کر سارے خطوط جو تقریباً ۹ سو تھے، دکھائے کہ کوفہ سے لوگوں نے آنے پر مجبور کیا ہے اور سارے عوام نے اپنی جانبازی کا یقین دلایا ہے۔ چونکہ باطل کے مقابلہ میں صرف آپ ہی آسکتے تھے کہ اہل بیت ہیں دیگر صحابہ سے وہ کام نہ ہوگا۔

اس سے مقصود بلا شبہ آپ کا اعلائے کلمۃ الحق تھا اور دین کی حفاظت تھی۔ صحابہ کرام نے اس وجہ سے روکا تھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ کو دھوکہ دیں گے اور وہی ہوا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی شبہ کرنا قطعی حرام ہے۔ البتہ وہاں جا کر آپ نے ان کی بے وفائی کو دیکھ کر لوٹنا چاہا ہے تو پھر یزید نے واپسی کا موقع نہ دیا۔ بہر حال یہ واقعہ ہونا تھا اور ہوا

لیکن عوام کا یہ کام نہیں کہ اس میں اپنی جان کھپائیں۔''

(شہادت حسینؓ ص:۲۴۷، مطبوعہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ماخوذ از مجالس مفتی اعظم)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ ہر باطل کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ نبرد آزما رہے۔ جو حضرات غزوۂ اُحد میں یزید کے دادا کے مقابلہ میں آسکتے تھے تو ان کے لیے اسلام کے دورِ عروج میں خود یزید کے مقابلے میں کھڑا ہونا کیا مشکل تھا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات پر بھی عہد لیا تھا جس کا وہ ان الفاظ کے ساتھ اظہار واقرار فرمایا کرتے تھے:

''بایعنا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم......علیٰ ان نقول بالحق اینما کنّا لا نخاف فی اللّٰہِ لومۃ لائم.'' (مشکوٰۃ المصابیح ص:۳۱۹، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاوّل)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس بات پر بھی بیعت کی (یعنی وعدہ کیا) کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق کہیں گے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہیں کریں گے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی کافی ہے کہ:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ...... (الاحزاب، آیت:۲۳)

ترجمہ: مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان
28 نومبر 2013ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر......کا افتتاحیہ

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۵ء۔۱۹۹۷ء) سنبھل (مراد آباد، یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اجل اور محدثِ کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہٗ کے تلمیذ رشید تھے۔ خود انہی کے بقول، انہیں اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ محبت حضرت انور شاہ صاحب سے تھی۔ اسی محبت سے بے قرار ہو کر تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت شاہ صاحب سے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے بیعت کر لیا اور کچھ اذکار و اوراد تعلیم فرمائے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ اور حضرت مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ کی تجویز پر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بنے۔ دوسری بیعت مُرشد العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت رائے پوری سے بیعت تھے۔ مولانا نعمانیؒ اور علی میاںؒ دونوں حضرت رائے پوری کے مقربین خاص اور خلفا تھے۔ علماء کی اِس جوڑی نے پوری دنیا میں اسلام اور علماءِ اسلام کا نام روشن کیا دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کے میدان میں لازوال خدمات انجام دیں۔ اس علمی وفکری جوڑی کا عرصۂ رفاقت پچاس برس پر محیط ہے، جس پر علی میاں کو ناز تھا۔ انہوں نے مولانا نعمانی کے انتقال پر اپنے تعزیتی خطاب میں فرمایا تھا:

''میں نے سب سے پہلے مولانا نعمانی کو مولانا عبدالشکور لکھنوی کے دارالمبلّغین میں دیکھا۔ دو حقیقی بھائیوں میں بھی اتنی قریبی رفاقت، یکجائی، ہم نشینی، ہم سفری اور اتحادِ فکر وعمل نہیں ہوتا جو ہم دونوں میں تھا۔ مولانا محمد منظور نعمانی راسخین فی العلم میں سے تھے۔'' (الفرقان، مولانا نعمانی نمبر)

مولانا نعمانی، ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن رہے نیز مجلس تحقیقات ونشریات اسلام (ندوہ) کے بنیادی رکن بھی تھے۔ برس ہا برس ندوہ میں حدیث شریف پڑھائی اور ندوہ ہی کی جامع مسجد میں ہمیشہ عیدین کے خطبات ارشاد فرمائے۔ حتیٰ کہ ۴؍ مئی ۱۹۹۷ء کو مولانا کی نمازِ جنازہ، عالمِ ربانی حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی نے ندوہ ہی میں پڑھائی۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا محمد الیاس (بانی تبلیغی جماعت) کی رفاقت، حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی صحبت، جمعیت علماء ہند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی معیت اور مولانا عبد الشکور لکھنوی کی ہم فکری وہم نشینی حاصل رہی۔ دارالعلوم میں ان کا تعلیمی ریکارڈ آج بھی محفوظ ہے۔ مولانا مرغوب الرحمٰن

نے اپنے تعزیتی مضمون میں لکھا کہ دارالعلوم کے ریکارڈ کے مطابق، حضرت نعمانی نے بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور مؤطا امام محمد کے امتحان میں ۵۱ نمبر حاصل کیے۔ ابتدا میں شرک وبدعات کے خلاف زبردست علمی کام کر کے علماء دیوبند کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ بدعات کے خلاف ان کے مناظروں اور معرکہ آرائیوں کی جھلک ''بوارق الغیب'' اور دیگر کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پھر دعوت وتبلیغ کا رنگ غالب آ گیا جو دمِ آخر تک باقی رہا۔ ''معارف الحدیث'' اُن کی لازوال تالیف ہے جس سے علماء، طلباء اور عوام سبھی استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا کی دیگر مشہور تصانیف یہ ہیں: اسلام کیا ہے؟، دین وشریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ، تصوف کیا ہے؟، نماز کی حقیقت، آپ حج کیسے کریں؟، قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ، کفر واسلام کے حدود اور قادیانیت، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، اثناعشری کے متعلق علماء کا متفقہ فیصلہ۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ ایک پُر جوش مبلغ وداعی، عظیم مفسر ومحدث، کامیاب مناظر، حق گو واعظ وخطیب، انصاف پسند مصنف ومؤلف، حق پرست محقق، علماء دیوبند کے فکر ومسلک کے محافظ وحقیقی ترجمان تھے۔

مولانا کے فرزند وجانشین مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے عنوان سے ایک کتاب حضرت مولانا نعمانی کے حکم پر تحریر کی۔ جو ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی اس کا پیش لفظ ''افتتاحیہ'' کے عنوان سے مولانا نعمانی نے خود تحریر فرمایا۔ یہ گراں قدر مضمون ریکارڈ درست رکھنے اور قندِ مکرر کے طور پر قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

افتتاحیہ

اس عاجز (محمد منظور نعمانی) کا وطن سنبھل (مراد آباد یوپی) ہے۔ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) سنِ پیدائش ہے۔ سنبھل مسلمانوں کی غالب اکثریت بستی ہے اور یہ سب سُنّی حنفی ہیں۔ صرف ایک محلے میں جو شہر کے کسی کنارے پر ہے اور جسے میں نے آج تک دیکھا بھی نہیں ہے شعیہ صاحبان کی بھی کچھ آبادی ہے۔ یوں تو ہندوستان میں کم وبیش سبھی جگہ سنّیوں کے اندر بھی تعزیہ داری کا رواج سرایت کیے ہوئے ہے۔ لیکن میرا خیال ہے...... اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے...... کہ سنبھل کے سُنّیوں میں جس شان سے عزاداری منائی جاتی ہے اس شان کی عزاداری شاید ہی کہیں اور ہوتی ہو۔

بچپن کی باتیں:

مجھے ۶۔ ۷ سال کی عمر سے پورا شعور ہو گیا تھا اور اُن چند برسوں کو چھوڑ کر جو تعلیم کے سلسلے میں باہر گزرے تقریباً تیس سال کی عمر تک زیادہ تر قیام وطن ہی میں رہا۔ ہمارا محلّہ خالص سُنّی مسلمانوں کا محلّہ ہے۔ اس کے اندر ۲۰۔ ۲۵ گھروں میں تعزیے رکھے جاتے تھے، جن پر محرم کی پہلی سے دسویں تک برابر چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ جن گھروں میں

بچے کم زندہ رہتے تھے ان گھروں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بنایا جاتا تھا اور ہرے کپڑے پہنائے جاتے تھے، ہمارا ننھیال اس معاملے میں بہت آگے تھا۔ ایک قریبی رشتے کے ماموں فقرو کے نام سے مشہور تھے۔ میں بڑا ہو کر بھی ایک مدت تک یہ سمجھتا رہا کہ ان کا نام اصل میں فخر الدین یا فخر الحسن ہوگا اور فقرو کہا جانے لگا، بعد میں معلوم ہوا کہ اصل نام تو انوار حسین ہے لیکن بچپن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے فقیر بنا دیے گئے تھے اسی سے فقرو کہے جاتے ہیں۔

سنبھل کے ڈھول:

سنبھل کی تعزیہ داری کی دو خصوصیتیں شاید اپنا جواب نہ رکھتی ہوں گی۔ ایک تعزیوں کی اونچائی (بعض تو تقریباً چالیس فٹ اونچے ہوتے تھے) اور دوسرے ڈھولوں کا سائز۔ بعض ڈھول تو اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ان کے لیے گائے یا بھینس کی بہت بڑی کھال تلاش کرنی پڑتی تھی۔ ان میں سے بعض کے اندر سے آدمی کھڑا نکل آتا تھا اور بچے تو تقریباً سبھی ڈھولوں کے اندر سے اسی طرح نکل جاتے تھے۔ ہمارے خاص محلے میں کئی ایسے ڈھول تھے مگر ایک ڈھول جو چوک کا ڈھول کہلاتا تھا، وہ ان میں سب سے بڑا تھا اور چونکہ ہمارے نانا کا مکان چوک میں واقع تھا اس لیے اس کو ہم اپنا ڈھول سمجھتے تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

عشرۂ محرم کے معمولات:

محرم کا مہینہ آیا اور ہر ذی استطاعت گھر میں لازم ہوگیا کہ پہلی سے دسویں تک روزانہ کوئی میٹھی چیز پکے۔ عموماً میٹھے چاول یا حلوہ یا مالیدہ۔ اور مغرب کی نماز سے کچھ قبل یا بعد میں گھر کا کوئی آدمی گھر کے دروازے پر وہ میٹھا پکوان لے کر کھڑا ہوتا اور بچوں میں تقسیم کرتا۔ روز مرّہ کے اس دس روزہ عمل سے چند ہی گھر محلے میں مستثنٰی ہوں گے، انہیں میں سے ایک ہمارا گھر بھی تھا۔ ہمارے گھر جو کچھ ہوتا تھا اس کا ذکر آگے آئے گا۔

محلے کا ایک گھرانہ رافضیوں کا گھرانہ کہلاتا تھا۔ اگرچہ تھے وہ سُنّی۔ ان کے یہاں امام باڑہ تھا جس میں ایک کاٹھ کا تعزیہ رہتا تھا۔ ان کے یہاں ان دس دنوں میں رات کو مجلس ہوتی تھی، اختتام مجلس پر حاضرین کو قیمہ رکھی ہوئی ایک (یا دو) تندوری روٹی بطور تبرک ملتی تھی۔ دس دن برابر یہ سلسلہ چلتا تھا۔ اس دس روزہ مجلس کے علاوہ کم از کم ایک دن تو اس طرح کی مجلس اکثر گھروں میں ہی ہوا کرتی تھی۔ خود ہمارے گھر میں بھی یہ مجلس ۹، اور ۱۰، کی درمیانی شب (یعنی شبِ شہادت) میں ہوتی تھی۔

ہمارے گھر کی مجلس:

والد ماجد مرحوم تعزیہ داری کے سلسلے کی چیزوں میں تو شرکت نہیں کرتے تھے بلکہ ایک حد تک اسے صحیح بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مگر ۹/محرم کو شب کی مجلس بڑے اہتمام سے کراتے تھے۔ جیسے کہ ۱۱/ یا ۱۲/ ربیع الاوّل کو مجلسِ میلا د شریف اہتمام سے ہوتی تھی۔ میلاد میں تو مٹھائی (جلیبی یا لڈّو) گھر ہی پر حلوائی بلوا کر بنوائی جاتی تھی۔ بازار سے اس موقع کے لیے مٹھائی

خریدنا والد ماجد پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور مجلسِ شہادت کے لیے ایک بکرا خود خرید کرلاتے تھے اور اس کا پلاؤ پکوایا جاتا تھا جو اہلِ مجلس میں تبرّک تقسیم ہوتا۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہمارے یہاں بکرے کے گوشت کا رواج شادیوں تک میں بھی نہ تھا، عام طور سے گائے کا گوشت ہی استعمال ہوتا تھا لیکن مجلسِ شہادت کے لیے ہمارے گھر یہ خصوصی اہتمام برتا جاتا تھا۔ ایام عزا کی یہ مجلسیں ہمارے حقیقی ماموں حافظ سعید احمد مرحوم (اپنی پارٹی کے ساتھ) پڑھا کرتے تھے۔ ان مجلسوں کا ایک شعر اب تک یوں یاد ہے کہ

خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پنجتن
محمد و علی و فاطمہ و حسین و حسن

کچھ اپنا رونا رُلانا:

جیسا کہ اوپر عرض کر آیا ہوں، مجھے ۶، ۷ سال کی عمر میں پورا شعور آ گیا تھا، مجلسوں میں جو کچھ سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ واقعۂ شہادت کو سن کر خوب رویا کرتا تھا بلکہ اتنی دلچسپی اس واقعہ سے ہوگئی تھی کہ عشرۂ محرم کے علاوہ بھی جو اِس دلچسپی کا خاص موسم ہوتا ہے، میں نانا کے گھر جاتا اور جس کتاب سے ماموں صاحب شہادت کے واقعات پڑھا کرتے تھے اس کتاب کو لے کر پڑھتا اور روتا جاتا تھا۔ یہ بات ۹/۱۰ سال کی عمر کی ہے۔

جہاں تک یاد کرتا ہوں میرا حال یہ تھا کہ حضرت ابوبکر، و حضرت عمر وغیرہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ دنیا کی اور اسلام کی سب سے بڑی شخصیت بس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھتا تھا اور سب سے بڑا خبیث یزید کو جانتا تھا۔ اس سلسلے کا ایک لطیفہ بھی ہے۔ غالباً عمر کا آٹھواں سال تھا جبکہ میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ رہا تھا، پندرہویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل کی جب وہ آیت آئی جس میں وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا آتا ہے تو میں نے دل میں سوچا کہ اُفّوہ! یزید ایسا خبیث تھا کہ اللہ میاں نے اس کو ظالمین...... یعنی بہت بڑا ظالم...... کہا ہے۔ یہ بھی یاد ہے کہ اس پر دل میں شبہ پیدا ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو بہت بعد کا ہے، قرآن مجید میں اس کا ذکر کیسے آ گیا؟ اور پھر اس کا جواب بھی دل میں یہ آ گیا کہ اللہ میاں تو سب کچھ جانتے ہیں، انہیں خبر تھی کہ یزید اتنا بڑا ظالم ہوگا اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا۔

تبدیلی کا آغاز:

میرے ایک قریبی رشتے کے نانا حضرت مولانا کریم بخش صاحب سنبھلیؒ تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے اور صاحبِ درس تھے۔ میری عمر جب ۱۴۔۱۵ سال ہوئی تو تعلیم کے سلسلے میں مجھے ان کے سپرد کر دیا گیا اور پھر

تین سال تک جہاں وہ اپنی تدریسی ذمہ داری کے سلسلے میں رہے میں ان کے ساتھ ہی رہا۔ یہ پہلی صحبت تھی جس کی بدولت مجھے دین کی کچھ سمجھ آئی اور جو باتیں ماحول کے اثر سے خوامخواہ دین بن کر ذہن میں جم گئی تھیں ان کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد تعلیم کی تکمیل کے لیے دو سال دارالعلوم دیوبند میں رہنا نصیب ہوا۔ الحمدللہ کہ میری تعلیم کے اس پانچ سالہ دور میں والد ماجد کے خیالات میں بہت کافی تبدیلی آ گئی۔ اب ہمارے گھر میں رسمی مجلسِ میلاد کی جگہ بیانِ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہوتی تھی اور عاشورہ کی مجلس میں شہادت ناموں کے بجائے ہمارے بڑے بھائی مولوی محمد حسن صاحب مرحوم تاریخ ابنِ خلدون (۱) کے اردو ترجمہ سے واقعۂ کربلا کا بیان پڑھتے اور میں کچھ زبانی بیان کیا کرتا تھا...... لیکن واقعہ کے سلسلے میں تصور وہی تھا جو سنی سنائی باتوں سے قائم ہو گیا تھا۔ کبھی خود براہِ راست تاریخی کتابوں کا مطالعہ کر کے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ قصے کی واقعی حقیقت کیا تھی۔

(۱) حاشیہ: میری یادداشت کے مطابق مترجم الٰہ آباد کے کوئی صاحب تھے۔ اور انہوں نے لکھا تھا کہ اس واقعے (واقعۂ کربلا) کے بیان میں اصل کتاب (تاریخ ابن خلدون) کے اندر کچھ نہ تھا بلکہ چند صفحات خالی چھوٹے ہوئے تھے اور ترجمے میں واقعے کا بیان جو بہت طویل تھا، مترجم نے دوسری کتابوں کی مدد سے از خود لکھا ہے۔ اب مولوی عتیق الرحمٰن نے اصل کتاب دیکھ کر بتایا ہے کہ ابن خلدون نے ۶ صفحات خالی چھوڑے تھے جن کی کمی کو مترجم نے ۶۵ صفحے لکھ کر پورا کیا ہے اور مترجم کا نام حکیم احمد حسین الٰہ آبادی (مرحوم) ہے۔

شہرتِ عام کی تاثیر:

۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء) میں بریلی میں قیام اختیار کر کے ”الفرقان“ جاری کیا۔ الفرقان کے ربیع الاوّل کے شمارہ میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ لکھا جاتا اور اس کے لیے میں سیرت اور احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ لیکن واقعۂ کربلا کے سلسلے میں جہاں تک یاد ہے میرا سب سے بڑا ماخذ بس مولانا (ابوالکلام) آزاد کا مضمون ”شہیدِ کربلا“ تھا جو الہلال کے فائل میں میرے پاس موجود تھا۔ اس سے زیادہ تاریخی مطالعہ کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔ یا یوں کہیے کہ شہرت عام کے اثر سے جو ذہن اس مسئلہ میں بن گیا تھا اس نے یہ ضرورت محسوس ہی نہ ہونے دی اور واقعہ یہ ہے کہ شہرت عام ایسی ہی طاقت ور چیز ہے خواہ وہ کسی کے حق میں ہو یا کسی کے خلاف۔

اس کی ایک بہت قریبی مثال شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفّٰی ۱۲۰۶ھ) اور ان کی جماعت کے بارے میں بہت سے نہایت قابل احترام اکابر علماء حق کا رویّہ ہے۔ ان میں سرفہرست ہیں، مکّہ مکرّمہ کے مشہور عالم ومحدث اور محقق شیخ احمد زینی دحلانؒ...... نیز خود ہمارے اکابر میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ...... شرک وبدعت کے خلاف شیخ محمد ابن

عبدالوہاب کے بے لاگ موحدانہ جہاد نے (نیز سیاسی میدان میں آل سعود کے لیے ان کی حمایت نے) مخالفانہ پروپیگنڈہ کا وہ طوفان اٹھایا کہ ہر بری سے بری بات ان کے حق میں لائق یقین بن گئی......اس کی تفصیل کے لیے اس عاجز کی کتاب ''شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور علماء حق پر اس کے اثرات'' دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ شیخ احمد زینی دحلانؒ نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الکلام'' اور الدرر السنیۃ فی رد الوہابیۃ'' میں ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن کی بنیاد پر ان کو یہود ونصاریٰ وغیرہ کافروں سے بھی بدتر درجہ کا کافر قرار دینا صحیح اور برحق ہوگا۔ اور اسی طرح کی باتیں ہمارے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ ''رجوم المذنبین'' میں تحریر فرمائی تھیں لیکن بعد میں حضرت مدنیؒ نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ اعتراف فرمایا کہ انہوں نے ''رجوم المذنبین'' میں جو کچھ اس سلسلے میں لکھا تھا وہ عام شہرت ہی کی بنیاد پر لکھا تھا۔

الفرقان ۱۳۷۳ھ کا مضمون:

الغرض واقعہ کربلا کے سلسلے میں اپنا وہی پرانا ذہن چلتا رہا جو اس عام اور روایتی تصور سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھا جس کا کچھ ذکر اوپر کی سطروں میں آیا ہے حتیٰ کہ شوال یا ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ کی بات ہے کہ میں کسی لمبے سفر پر جانے کی تیاری کر رہا تھا جبکہ اُجّین (مدھیہ پردیش) کے ایک صاحب کا خط آیا جو الفرقان کے بہت قدردان تھے، انہوں نے لکھا تھا کہ محرم کا مہینہ آنے والا ہے، اس میں اُلٹے سیدھے شہادت نامے پڑھے جاتے ہیں اور غلط سلط روایتیں دہرائی جاتی ہیں۔ جی چاہتا ہے الفرقان میں اس موضوع پر کوئی مستند قسم کا مضمون آجائے اور ہم کوشش کریں کہ ہمارے یہاں مجلسوں میں وہی پڑھا جانے لگے۔ میں یہ ذمّہ داری مولوی عتیق الرحمٰن کے سپرد کر کے اپنے سفر پر روانہ ہو گیا تھا، مولوی عتیق الرحمٰن نے ''واقعہ کربلا'' کے عنوان سے یہ مضمون لکھا اور ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ کے الفرقان میں شائع ہو گیا، میں سفر سے واپس آیا اور یہ مضمون پڑھا تو اس کی دو باتوں کی وجہ سے تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی، غصے سے میرا دماغ کھول اٹھا۔ ان باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اقدامات کے لیے بغاوت کا لفظ اس مضمون میں استعمال کیا گیا تھا۔ دوسری بات مضمون کا یہ بیان تھا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفے کے قریب پہنچ کر اس حقیقت سے آگاہ ہوئے کہ کوفے والے غداری کر گئے ہیں اور پھر یزیدی لشکر کے پہنچ جانے سے آپ کے لیے واپسی کا راستہ بھی نہ رہا تو یزیدی سالار عمرو بن سعد کے سامنے آپ نے تین شکلیں رکھی تھیں کہ ان میں سے کسی کو قبول کر لیا جائے جن میں سے ایک یہ تھی کہ

''انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے تاکہ وہ براہِ راست اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔''

میں یزید کو جتنا بڑا ظالم خبیث اور نا ہنجار ساری عمر سے جانتا آرہا تھا اس کی بنا پر میرے نزدیک یہ ناممکن بات تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایسی پیش کش فرمائیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات سوچنی بھی میرے لیے محال

تھی۔ میں غصہ میں اٹھا اور مولوی عتیق کے گھر کی طرف کو روانہ ہوا تا کہ ان سے باز پرس کروں کہ یہ کیا لکھ دیا ہے؟

سو قدم کے قریب چلا ہوں گا کہ لفظ بغاوت کے بارے میں یہ بات ذہن میں آئی کہ بغاوت ہر جگہ تو معیوب نہیں ہے، بلکہ اگر ایک ظالمانہ اور کافرانہ نظام کے خلاف ہو تو ایک طرح کا جہاد ہے......آخر ۱۸۵۷ء میں ہمارے بزرگوں نے انگریزوں کے خلاف جو کچھ کیا تھا وہ بغاوت ہی تو تھی جس پر ہم آج بھی فخر کرتے ہیں......البتہ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والی بات ویسی ہی نا قابلِ قبول بنی رہی، میں اسی حال میں مولوی عتیق کے گھر پہنچا اور بڑے غصے کے ساتھ ان سے پوچھا کہ تم نے یہ بات کیسے اور کہاں سے لکھ دی؟ مولوی عتیق کے پاس اس طرح کے غصے کے کچھ خطوط پہلے ہی آ چکے تھے اور وہ اس سلسلے میں ایک دوسرے مضمون کی تیاری کر چکے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے تاریخ کی متعدد کتابوں سے عبارتیں اور حوالے نقل کر کے رکھے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر مجھے بھی ماننا پڑ گیا کہ پھر تو غلط نہیں لکھا ہے۔

یہ کتاب:

اس واقعے پر تقریباً تیس سال گزر گئے تھے کہ آج سے ۷۔۸ سال پہلے جب میری کتاب ''ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت'' شائع ہوئی تو بعض مخلص دوستوں نے توجہ دلائی کہ جس مقصد سے یہ کتاب لکھی ہے، اسی مقصد کی خدمت کے لیے یہ بھی مفید ہوگا کہ مولوی عتیق الرحمٰن صاحب کا ''مضمون واقعۂ کربلا'' اور اس کے بعد کا وضاحتی بیان بابت محرم ۱۳۴۷ھ بھی کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ میں نے اس رائے کو پسند کیا اور ۱۹۸۷ء میں جب مولوی عتیق الرحمٰن کا (لندن سے) ہندوستان آنا ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ وہ پرانی فائل سے اپنے وہ دونوں مضمون نکلوا کر ایک نظر ڈال لیں اور کتب خانہ الفرقان کے حوالے کر دیں۔ مگر ان کی رائے یہ ہوئی کہ اس مسئلہ پر تو اب بالکل از سرِ نو لکھا جانا چاہیے۔

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی اساس تو وہی ۱۳۷۳ھ اور ۱۳۷۴ھ کے مضامین ہیں لیکن عزیز مصنف نے اس پر نظر ثانی میں جو نئی محنت کی ہے اس نے اسے ایک بالکل نئی چیز بنا دیا ہے۔ کتاب کے مشتملات میں سے مجھے خاص طور پر اس کے آخری باب میں آنے والے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس کی بابت یہ عرض کرنا ہے کہ اس اقتباس نے خود مجھے بڑا اہم فائدہ پہنچایا ہے۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی خبر پانے پر واپسی کے ارادے کے بعد بھی صرف بعض برادرانِ مسلم بن عقیلؓ کی دلداری میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سفر جاری رکھنے پر مجھے ایک خلش تھی۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کو اور اس کتاب کے عزیز مصنف کو جزائے خیر دے کہ شیخ الاسلام کے اس اقتباس میں اس خلش کے رفع ہونے کا سامان مل گیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے بندوں کے لیے نافع بنائے اور اگر اس میں کوئی غلط بات آ گئی ہو تو اس کے اثر سے بندوں کی حفاظت فرمائے نیز عزیز مصنف کو اس سے رجوع کی توفیق بخشے۔

واللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيل.

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید

کے بارے میں استفسار اور اس کا جواب

بتاریخ: 20-9-1417ھ/30-1-1997 باسمہٖ تعالیٰ

بخدمت اقدس استاذی المکرّم حضرت الشیخ صفدر صاحب دامت برکاتہم

ہدیہ سلام مسنون، مزاج بخیر ہوں گے۔

درج ذیل امور کے استفسار کے لیے حاضری دے رہا ہوں۔ اُمید ہے شفقت فرمائیں گے۔

۱۔ کیا یزید کا ''اوّل جیش'' میں شامل ہونا جناب کے ہاں محقق ہے؟

۲۔ اس کے صلاح و فسق سے متعلق جمہور محدثین و فقہاء و اکابر دار العلوم رحمہم اللہ تعالیٰ کیا توقف کے قائل ہیں یا اس کے فاسق ہونے کے؟ آپ کی تحقیق مطلوب ہے۔

۳۔ احادیث کے الفاظ مختلفہ ''اولی الطائفتین'' ''ادنی الطائفتین بالحق'' وغیرہ میں صیغہ اسم تفضیل کی بنیاد پر بعض حضرات مشاجرات کے مسئلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کو غلط قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اجتہادات میں فرق قریب و اقرب الی الحق ہونے کا ہے نہ کہ صواب و خطا کا؟ اس کا مسکت جواب کیا ہے؟ کہیں سے تشفی نہیں ہوئی۔

والسلام

طالب خیر

قیام الدین الحسینی (۱)

پنڈ دادن خان (جہلم)

(۱) قاری قیام الدین الحسینی کا یہ استفسار جو انہوں نے اپنے استاذ و شیخ حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اس کا عکس آئندہ صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔ قاری صاحب کے استفسار اور حضرت مولانا سرفراز صفدر کے جواب کا عکس جناب قاری عبدالرحمٰن (فاضل نصرۃ العلوم،

گوجرانوالہ) نے اپنے برادرِ نسبتی جناب قاری قیام الدین الحسینی سے حاصل کر کے ادارہ نقیب کو ارسال کیا ہے۔اُن کے شکریے کے ساتھ نذر قارئین ہے۔(ادارہ)

☆......☆......☆

۲۶/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ، ۲۵/مارچ ۱۹۹۷ء

باسمہٖ سبحانہٗ

من ابی الزاہد

الی محترم المقام جناب مولانا......صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی

آپ کا محبت نامہ ملا یاد آوری کا ہزار شکریہ

محترم! آج کل ہمارے پاس ایک ہی مفتی صاحب ہیں اور وہ حج پر گئے ہوئے ہیں راقم خود نہیں لکھتا کیونکہ دیگر علالتوں کے علاوہ آنکھوں میں موتیا اُترا ہوا ہے، چند اشارات لکھ دیے ہیں۔

والسلام

ابوالزاہد محمد سرفراز

الجواب ہوالمصوب

(۱) یزید اس لشکر میں شریک تھا بلکہ قائد تھا جب کہ بخاری کی روایت میں تصریح موجود ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک یزید فاسق تھا لیکن اُس کا فسق اُس وقت کے عادل خلفاء کے مقابلہ میں تھا آج کل کے اُمراء کے مقابلہ میں وہ ولی تھا۔

(۳) عربی کے لحاظ سے ان تعبیرات میں اُصولاً کوئی فرق نہیں مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ ایک حق کے قریب اور صواب پر تھا اور دوسرا اجتہادی خطاء پر تھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆......☆......☆

letterJPG not found.

امامِ اہلِ سنت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ تیغِ ابن سبا، امامِ مظلوم، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

شہیدِ حق جو ہیں اُن کا ماتم، کبھی کیا ہے نہ ہم کریں گے
وہ لوگ محسن ہیں اُن پہ ہرگز، کبھی نہ ایسا ستم کریں گے

نبی کے داماد اور صحابی ، نبی کے برحق سوم خلیفہ
جبیں عقیدت کی اُن کے در پر، بڑی محبت سے خم کریں گے

شہیدِ حق نے ہی خوب سمجھا تھا، رازِ الفت ، مقامِ الفت
ہم اُن کی عزت پہ مرنے مٹنے کا، کچھ ذرا بھی نہ غم کریں گے

نبی نے اُن کو یہ کی وصیّت ، اتارنا مت قمیص و خِلعَت
بھرم خلافت کا رکھنا قائم، کہ خود ہی مالک کرم کریں گے

شہیدِ حق پر خدا کی رحمت، ادا کیا حقِّ جانشینی
ہم اُس جیالے غنی کے قرباں، تمام جاہ و حشم کریں گے

ہوئے وہ امّت کے حق پہ قرباں، کسی کا موروثی حق نہ سمجھا
نمازِ اُلفت میں اپنا کعبہ، اُنہی کا نقشِ قدم کریں گے

شہیدِ حق کا مقام سمجھا، تو خود کو اُن کا غلام سمجھا
اُنہی کو اپنا امام سمجھا، اُنہی کا اُونچا علم کریں گے

وفا شِعاری حلالیوں کا، نشانِ ایثار بن چکا ہے
خدا سے وعدہ کیا ہے پورا اُسے خدا کی قسم کریں گے

محمد سلمان قریشی

منقبت در مدحِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

تیرا عمرؓ ، میرا عمرؓ ، اعلیٰ عمرؓ ، اولیٰ عمرؓ
ذاتِ نبیؐ پاک کے پہلو میں ہے سویا عمرؓ

میرے نبیؐ پاک نے کی تھی خُدا سے التجا
ہشام دے یا دے مجھے خطاب کا بیٹا عمرؓ

اللہ نے منظور کی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات اور
دے ہی دیا اسلام کو جو شخص تھا یکتا عمرؓ

جس نے عراق و روم میں اپنی شجاعت پیش کی
ایران کے کفار سے جو ہے لڑا تنہا عمرؓ

شیطان جس کے سائے سے رہتا ہمیشہ دُور ہے
اللہ کا صد شکر ہے اس نے ہمیں بخشا عمرؓ

جس کی وجہ سے خانہء کعبہ میں پڑھتے ہیں نماز
وہ باوفا ذی شانِ حق اور معتبر ٹھہرا عمرؓ

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی آخری قسط

قادیانیت آغا شورش کاشمیری کی شاعری کے آئینہ میں

قادیانی ہو گئے دینِ پیمبر سے الگ فیصلہ اس مسئلہ کا ہو گیا عنوانِ عید

ایک قادیانی لڑکی نے آغا صاحب کے قادیانیت پر تابڑ توڑ حملوں کے جواب میں انہیں گالیوں سے بھرپور خط لکھا، آغا صاحب نے لکھا: ’’راقم کے نزدیک ہر لڑکی کافر ہو یا مسلمان، بیٹی ہوتی ہے۔‘‘ نظم ذیل اس بیٹی کے جواب میں ہے۔

ایک بیٹی کی زبانِ کِلک اور دشنام کیا؟ تیرا خط ہے قادیاں کا پارۂ الہام کیا؟
لامحالہ تو غلام احمد کی پیروکار ہے یہ بھی دیکھا ہے ہوا اس شخص کا انجام کیا؟
گالیاں اسلام کے بیٹوں کو دینا واشگاف ناصر احمد کا ترے نوکِ زباں ہے نام کیا؟
عورتوں سے بحث بحثی شیوۂ مرداں نہیں لڑکیاں کیا چیز ہیں ان کی نوائے خام کیا؟
اے کنیزِ ناصر احمد! کیا تجھے معلوم ہے رنگ لائے گی کسی دن گردشِ ایّام کیا؟
بے حجابانہ قلم لے کر نکل آئی ہے تو گھر کے آنگن میں تجھے ملتا نہیں آرام کیا؟
ما سوائے خواجۂ بطحا ﷺ کوئی آقا نہیں کوئی ظلّی ہو بروزی ہو کسی سے کام کیا؟
گوہرِ شب تاب ہیں، مہر و وفا کے پھول ہیں لڑکیاں ہر قوم کی صدق و صفا کے پھول ہیں

(کلیات،ص:۱۶۶۶،۱۶۶۷)

اپنی ابتدا سے لے کر ۱۹۸۴ء تک قادیانیوں کا مسلمان نوجوانوں کو پھنسانے کے لیے زر اور زن کے فتنے کی پیش کش کرنے کا معمول رہا ہے۔ اس طریقہ سے انہیں قادیانیت کے پھیلاؤ میں بہت مدد ملی ہے۔ آغا صاحب قادیانیوں کے اس طریقۂ واردات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں تلقین کرتے ہیں۔

لوٹ جاؤ قرنِ اوّل کے علمداروں کی سمت خوفِ غیر اللہ سینوں میں بسانا چھوڑ دو
تخمِ حنظل سے توقّع شہد کی ممکن نہیں قادیانی مہوشوں میں آنا جانا چھوڑ دو
رام ہو سکتے نہیں شورش کبھی لات و ہُبل ان بتوں سے رابطہ اپنا بڑھانا چھوڑ دو

(کلیات،ص:۱۶۷۶،۱۶۷۷)

شورش نے قادیانیوں کے سیاسی عزائم کی ناکامی کا تذکرہ کرتے درج ذیل اعلانِ حق کیا۔

قادیانی ملک پر قبضہ جما سکتے نہیں — خواجۂ گیہاں کی اُمّت کو جھکا سکتے نہیں
میرزائی سامراجی طاقتوں کے زور پر — ہم مسلمانوں کی غیرت کو مٹا سکتے نہیں
یادگارِ ابن مُلجم ہے غلام احمد کی پود — ہم کسی عنوان اسے خاطر میں لا سکتے نہیں
ان کا مسلک ریزہ چینی خوانِ استعمار کی — قادیانی اس روش سے باز آ سکتے نہیں
ہارڈنگ تھا قافیہ،محمود احمد تھا ردیف — راز ایسا ہے کہ ہم پردہ اٹھا سکتے نہیں
جو مسلماں کھائے گا شیزان ہوٹل میں طعام — ہم اسے قہرِ الٰہی سے بچا سکتے نہیں
قادیانی لونڈوں کو اس چمن کے باغباں — ملّتِ بیضا کی محفل میں بٹھا سکتے نہیں
اہلِ ربوہ کے خلیفہ کی دسیسہ کاریاں — سرورِ کونین ﷺ کے پیرو بھلا سکتے نہیں
مفلسانِ دین قیّم،کاسہ لیسانِ فرنگ — خواجۂ کون و مکاں کو منہ دکھا سکتے نہیں

(کلیات،ص:۱۶۹۴،۱۶۹۵)

آغا صاحب نے مرزا ناصر احمد کی شخصیت اور اعمال و کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ''مرزا ناصر احمد کنکوے باز'' کے زیرِعنوان درج ذیل نظم کہی۔ یہ نظم ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا کے ساتھ کی گئی قادیانی غنڈہ گردی کے پس منظر میں ہے۔

اپنے دادا کی نبوّت کو تماشا کر دیا — ناصر احمد نے مرے صوبہ کو رسوا کر دیا
ملّتِ بیضا کے فرزندوں پہ غنڈے چھوڑ کر — اس غلط فہمی میں تھا شاید کہ پسپا کر دیا
قادیانی کیا ہیں؟اسرائیل کے لختِ جگر — ان کے بل ہم نے نکالے اور نہتّا کر دیا
اُمّتِ کافر کے ایڈووکیٹ اعجاز حسین — صورتِ حالات نے طرفہ تماشا کر دیا
اب چٹختی ہیں بہشتی مقبرے کی ہڈیاں — اہلِ ربوہ کو بہر عنوان ننگا کر دیا
خواجۂ کونین ﷺ کی غیرت کا پرچم گاڑ کر — دیدہ و دل کو نثارِ راہِ بطحا کر دیا
صحبتِ اقبال کے فیضان نے شورش مجھے — شہریارِ یثرب و بطحا کا شیدا کر دیا

(کلیات،ص:۱۶۹۶،۱۶۹۷)

’’مدینہ کی عظمت قادیاں کی موت‘‘ اس عنوان سے ایک اہم نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

اسی رعایتِ انسب سے نیک نام ہوں میں　　حضورِ سرورِ کونین ﷺ کا غلام ہوں میں
مروں گا ختمِ نبوّت کی پاسبانی میں　　جہادِ عشقِ رسالت ﷺ میں تیز گام ہوں میں
میں اپنے پاؤں تلے قادیاں کو روندوں گا　　بہ عشقِ دینِ نبی تیغِ بے نیام ہوں میں
زوالِ اُمّتِ ربوہ قریب آ پہنچا　　مسیلمہ سے صحابہؓ کا انتقام ہوں میں
پکارتا ہوں بخاری کی رہ گزاروں سے　　کلامِ شاعرِ مشرق کی دھوم دھام ہوں میں
مرے حریف مجھے گالیاں ضرور بکیں　　غلامِ میرِ اُمم ہوں تو نیک نام ہوں میں
مری گرفت سے ربوہ پہ کپکپی طاری　　خدا کا شکر ہے ہے مقبولِ خاص و عام ہوں میں

(کلیات، ص:۱۷۱۰، ۱۷۱۱)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخی تجزیہ کیا تھا کہ ’’قادیانیت‘‘ یہودیت کا چربہ ہے۔‘‘ آغا صاحب نے اس فرمودۂ اقبال کی روشنی میں درج ذیل تاریخی نظم کہی۔

قاتلانِ سبطِ پیغمبر کا مولد تل ابیب　　قبلۂ اوّل کا لالہ زار دشتِ کربلا
قادیانی اُمّتِ دجّال کے لختِ جگر　　کیا بتاؤں ان سیہ کاروں کا افسانہ ہے کیا
خواجۂ گیہاں کی اُمّت میں لگائی ہے نقب　　اپنی پیدائش سے استعمار کے زلّہ ربا
قادیاں مغضوب اُمّت کا چچیرا بھائی ہے　　دوں نہاد و بے ضمیر و کم سواد و بے حیا
ایک ربوہ ، ایک حیفہ دونوں خالہ زاد ہیں　　اس کا شیوہ ہے دُنائت، اس کی فطرت ہے ریا
صفحۂ کونین پر حرفِ غلط ہو جائیں گے　　ہم نے کی شورش اگر ختمِ نبوّت سے دغا

(کلیات، ص:۱۷۱۹)

’’اعلانِ عام‘‘ کے زیرِ عنوان آغا صاحب قادیانیت کے خلاف اپنے جن عزائم کا اظہار کرتے ہیں وہ دیگر منظومات کی طرح درج ذیل نظم سے بھی واضح ہے۔

قادیاں کے زلّہ خواروں کو نچایا جائے گا　　غیرتِ اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا

صورتِ حالات کے ویرانۂ آباد میں دبدبہ فارقِ اعظم کا بٹھایا جائے گا
کٹ مروں گا میں خواجۂ کونین کے ناموس پر سر کوئی شے ہی نہیں یہ بھی کٹایا جائے گا
جانتا ہوں اہلِ ربوہ کے سیاسی پیچ وخم کافرانِ دینِ قیّم کو جھکایا جائے گا
دار کے تختہ پہ کھنچوا دو کہ میں ڈرتا نہیں جھنگ کے پہلو سے ربوہ کو اٹھایا جائے گا
قادیانی ارضِ پاکستان میں یا للعجب راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا
ناصر احمد چیز کیا ہے کلچڑی گنجی کا جوش ارتداد اس کا، زمانہ کو دکھایا جائے گا

(کلیات، ص:۱۷۲۰،۱۷۲۱)

آغا صاحب کے قادیانت کے متعلق متفرق اشعار بھی خوب ہیں، آپ مختلف نظموں میں قادیانیت کے تارو پود بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کیا دور ہے کہ ختمِ نبوّت کے راہ زن بیٹھے ہیں چھپ چھپا کے سیاسی نقاب میں
ربوہ مٹے گا قہرِ الٰہی سے بالضرور تاخیر ہو گئی ہے خدا کے غداب میں

(کلیات، ص:۱۵۹۴)

مغضوب قادیاں کے خوارج کی ڈار کو اسلام کی زمیں میں بسایا نہ جائے گا
ربوہ کے خوردہ گیر ہیں اسلام کے یہود یہ ملک اسرائیل بنایا نہ جائے گا

(کلیات، ص:۱۶۰۲)

سما چکی ہے مرے دل میں گولڑے کی زمیں جھکائیں گے تو کہاں اہلِ قادیاں مجھ کو

(کلیات، ص:۱۶۰۶)

مرزائیوں کے ساتھ نہنگوں کا میل جول ہندوستاں کے واقف اسرار ہیں کہیں

☆☆☆

پاپائے قادیاں کا جنازہ نکل گیا ناصر کہاں ہے ؟اس کے طرفدار ہیں کہاں؟

(کلیات، ص:۱۶۰۹)

زلزلے کی شکل میں آئے گا قہرِ ذوالجلال قادیاں غرقاب ہو گا، ہے یہی میرا یقیں

سرزمینِ پاک میں ختمِ نبوّت سے مذاق ایک ہلچل ہے ملائک میں سرِ عرشِ بریں
اُمّتِ ختم الرسل میں ایک رہزن کا ظہور کانپتا ہے چرخِ مینائی لرزتی ہے زمیں
ملتفت رہتے ہیں اس پہ بندگانِ اختیار خاکِ ربوہ سے رعایت؟اے الٰہ العالمین
قادیاں کی سرزمیں خاکِ مدینہ کی حریف اہلِ ربوہ اُمّتِ میرِ اُمم کے نکتہ چیں
ناصر احمد چیز کیا ہے؟اک گدائے لم یزل مجھ کو اے شورش ڈرا سکتا نہیں کوئی لعین

(کلیات،ص:۱۶۳۶،۱۶۷)

قادیانی کٹ کھنے مجھ کو ڈرا سکتے نہیں ہے نظر مجھ پر شہ ہر دوسراﷺ کی دوستو

(کلیات،ص:۱۶۶۰)

قادیاں کے زاغِ دخمہ کی نبوت کے خلاف بازوؤں میں قوّتِ خیبر شکن پیدا کرو

(کلیات،ص:۱۷۰۰)

فقط دجل ہے قادیانی نبوّت یہ حرف غلط ہے مٹائے چلا جا

(کلیات،ص:۱۷۰۵)

مرے قلم سے ہے بھونچال ارضِ ربوہ میں حکیم شرق قیامت تھے قادیاں کے لیے

(کلیات،ص:۱۷۱۷)

زندہ ہیں قادیانی نبوّت کے زلّہ خوار قدرت سے دار و گیر میں کچھ ڈھیل ہوگئی

(کلیات،ص:۱۷۵۳)

قادیانی کلچڑی گنجی کا پیشہ ہو گیا شہ سوارانِ حجازی کے نشاں پر تبصرہ

(کلیات،ص:۱۷۸۴)

☆......☆......☆

سیدہ اُمّ ذوالکفل رحمۃ اللہ علیہا

''میرا مُنّا''......! سید محمد ذوالکفل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

'بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری رحمہ اللہ کو جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ کے احاطۂ بنی ہاشم میں محوِ آرام ہوئے چار برس (۱) بیت گئے۔
والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے یہ تأثراتی مضمون اُن کی شہادت پر لکھا تھا۔ حتی کہ وہ بھی گزشتہ سال آخرت کو سدھار گئیں (۲)
اس مضمون کی اشاعت کے لیے مرحوم بھائی اور والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کی یاد تازہ کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے'' (کفیل)

محمد کفیل کہتا ہے: ''امی! مُنّے کی یاد میں کچھ لکھیں۔'' میں نے کہا: ''بیٹا! میں مُنّے پر کیا لکھوں؟ میرے بس میں ہی نہیں، مجھ سے نہیں لکھا جاتا، حوصلہ ہی نہیں ہوتا، ہمت کرتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور اَنگ اَنگ دُکھنے لگتا ہے۔ صبر کرتی ہوں مگر آنسوؤں پر اختیار نہیں۔''

حضور خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر نور آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میرے بیٹے، میں تیری جدائی میں بہت مغموم ہوں۔

میرے دکھی اور زخمی دل میں اب مُنّے کی یادیں ہی تو باقی رہ گئی ہیں یا پھر اس کی چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی دو معصوم یادگاریں۔ عطاء المکرم اور عطاء المنعم، جنھیں دیکھ کر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہوں اور جن کی باتیں سن کر دل کو سکون مل جاتا ہے۔ مُنّے کی یاد رہ رہ کر ستاتی ہے، اک ہُوک دل سے اٹھتی ہے اور مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ بھائی جان (مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کے بچپن کی ایک کاپی میں یہ شعر پڑھا تھا جو سو فیصد میرے مُنّے پر منطبق ہوتا ہے:

مُغاں مجھ مست بِن پھر خندۂ قُلقُل نہ ہووے گا
مۓ گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

سید محمد ذوالکفل بخاری، میرا تو ''مُنّا'' ہی تھا۔ اُس کا بچپن، لڑکپن اور جوانی سب میرے سامنے ہے۔ جامعہ خیر المدارس میں میرا قیام تقریباً پچیس برس رہا۔ ہمارے گھر سے مُتّصل پرائمری سکول تھا جہاں مُنّے کو داخل کرا دیا۔ وہ صبح سکول جاتا اور ظہر کے بعد جامعہ کے استاذ ماسٹر محمد یوسف صاحب (رحمہ اللہ) کے پاس قرآنِ کریم پڑھنے چلا جاتا۔ نمازِ عصر پڑھ کے گھر آتا۔ میں اُسے کہتی مُنّے کھیلنے کے لیے باہر نہ جاؤ۔ اپنی بہنوں کے ساتھ گھر میں ہی کھیلو۔ اپنے دوستوں کو بھی یہیں بلا لو۔ مُنّا ایسا ہی کرتا۔ ویسے بھی کھیل کی طرف اُس کی طبیعت کا رُجحان زیادہ نہ تھا۔ جو وقت بچتا وہ رسائل اور کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا۔ میری ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میرے بچے گھر میں رہیں اور باہر کے ماحول کی آلودگیوں سے محفوظ رہیں۔ مُنّے سے کہتی: تمھیں جو چیز چاہیے منگا دیتی ہوں۔ مگر میرے سامنے رہو۔

ایک روز سکول سے چھٹی کے بعد مُنّا گھر واپس نہ آیا تو مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں برقع پہن کر مُنّے کی تلاش میں

(۱) تاریخ شہادت: ۲۷/ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ، ۱۵/ نومبر ۲۰۰۹ء　　(۲) تاریخ وفات: ۲۰/ جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ، ۱۳/ اپریل ۲۰۱۲ء

سکول گئی تو وہ بند ہو چکا تھا۔ پھر اُس کے ہم جماعت عزیزان خبیب اور شعیب (ابا جی کے رفیق ملک عبدالغفور انوری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے) کے گھر گئی تو اُن بچوں نے بتایا کہ مُنّا اپنے سکول ماسٹر کے کسی کام سے اُن کے گھر گیا ہے۔ میں نے واپسی پر مدرسہ کے بچوں سے بھی پوچھا کہ تم نے کہیں مُنّا تو نہیں دیکھا؟ مگر انھوں نے بھی نفی میں جواب دیا۔ میں واپس گھر پہنچی تو کچھ دیر بعد مُنّا بھی آ گیا۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔

میں نے کہا:

’’ماں صدقے! کیوں روتے ہو؟ کیا ہوا میرے لال کو؟‘‘

کہنے لگا:

’’مجھے راستے میں لڑکے ملے اور کہتے تھے تمھاری ماں تمھیں ڈھونڈ رہی تھی۔ آپ میری تلاش میں کیوں نکلی تھیں؟ آپ نے لڑکوں سے میرا کیوں پوچھا؟ مجھے اس کا صدمہ ہے۔‘‘

یہ کہتے ہوئے مُنّا بلک بلک کر رونے لگا۔ میں نے سینے سے لگا کر پیار کیا تو وہ چپ ہو گیا۔

ٹھیک پینتیس برس بعد آج پھر مُنّے کی غم زدہ ماں، مُنّے کی تلاش میں بے قرار و مضطرب ہے۔ تب مُنّا رویا تھا اور ماں اُسے پا کر خوش ہو گئی تھی۔ آج ماں روتی ہے مگر مُنّا نہیں ملتا۔ میں ایک ایک سے پوچھتی ہوں۔ میرا مُنّا کہاں ہے؟ مُنّے کو آواز دیتی ہوں تو کوئی جواب نہیں آتا۔ مُنّا ہمیشہ کے لیے چپ ہو گیا ہے:

یاں لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں اک خامشی ترے جواب میں

مُنّے نے میری تمام خواہشوں کا مکمل احترام کیا۔ پابندی سے نماز ادا کرتا، سکول، کالج اور یونیورسٹی تک تعلیم کے دوران بھی ٹوپی سر پر رکھی اور داڑھی کی سنت سے اپنے چہرے کو سجایا۔ بچپن سے شہادت تک اُس نے بڑی پاکیزہ اور فرماں برداری والی زندگی گزاری۔ اس نے تو بچپن میں بھی مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی۔ جو کھلایا اُس نے کھا لیا، جو پہنایا اُس نے پہن لیا اور جو کہا اُس نے مان لیا۔ اُس نے شوق سے پڑھا اور خوب پڑھا۔ علم و عمل میں کمال حاصل کیا۔ اپنے بزرگوں کا نام روشن کیا اور لوگوں کی محبتیں سمیٹتا ہوا ربِ رحیم و کریم کے حضور حاضر ہو گیا۔ گزشتہ سات برس سے وہ سعودی عرب میں تھا۔ چھے برس تبوک کے شہر اُملج میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور ساتویں سال ارضِ مقدس مکہ مکرمہ میں آ گیا۔ ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ گھر آتا اور دو مہینوں بعد واپس چلا جاتا۔ جب وہ آتا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا، لیکن جب واپس جاتا تو دل مٹھی میں آ جاتا۔ مجھ سے اس کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ حجازِ مقدس جانے سے پہلے میں نے مُنّے سے کہا کہ تمھارا بھائی محمد کفیل بوڑھا ہو رہا ہے۔ اب واپس آ کر اُس کا سہارا بنو۔ مگر اُس کے دل میں حرم کی محبت رچ بس چکی تھی۔ آخری بار مکہ مکرمہ جانے سے پہلے وہ سارا دن اپنا سامان سمیٹتا رہا۔ بار بار کوئی نہ کوئی چیز اُٹھا کر میرے سامنے سے گزرتا۔ میں اُسے دیکھ کر آنکھیں تو ٹھنڈی کرتی رہی مگر اُس کے جانے کے خیال سے دل بہت اُداس رہا۔ نمازِ جمعہ پڑھ کر گھر آیا اور رخصت ہوتے وقت حسبِ عادت گردن جھکا کر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ:

’’امی! اب میں سال میں دو مرتبہ آپ کو ملنے آیا کروں گا۔ ایک مرتبہ یونیورسٹی کے خرچ پر اور ایک مرتبہ

اپنے خرچ پر۔اب مجھے بہت اچھی جگہ مل گئی ہے۔''

مُنّا اب جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ میں مدرّس ہوگیا تھا۔ میں اُس کی جدائی میں اداس ضرور تھی، لیکن اِس بات کی خوشی تھی کہ اُسے حرمِ کعبہ کا قرب نصیب ہوگیا ہے۔ کیا خبر تھی کہ مُنّے سے یہ میری آخری ملاقات ہے۔ نہ جانے مُنّا اپنے ربِ کریم سے کیا مانگتا تھا۔ اُس نے کس گھڑی اپنے حسنِ خاتمہ کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی۔ میرا مُنّا اب جنت المعلیٰ کے احاطۂ بنی ہاشم میں اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قدمین شریفین میں اپنے اجداد کے ساتھ ہمیشہ کے لیے سو گیا ہے۔

مُنّے، تمھاری بوڑھی امی تمھاری جدائی میں بہت مغموم ہے۔

شاباش آں صدف کہ چُناں پروَرَدْ گُہر

آبا نواز و مُکرِم ابنا عزیز تر

''آفرین ہے اُس سیپی پر جس کے اندر (ایسے) موتی نے پرورش پائی جو بزرگوں کا خدمت گزار تھا اور اپنے سے چھوٹوں کے نزدیک معزز اور محبوب۔''

محمد ذوالکفل ایسا ہی تھا کہ آج اُس سے بڑے اور اس سے چھوٹے سب اس کی یاد میں گریاں اور اُس کے بختِ بلند پر فرحاں ہیں۔

مُنّے نے ہمیں کبھی نہیں ستایا۔ وہ فرماں بردار بیٹا، غم گسار بھائی، اطاعت شعار شاگرد، مخلص استاد، محبت کرنے والا دوست، شفیق باپ اور حُسنِ سلوک کرنے والا خاوند تھا۔ غریب الوطنی میں شہادت کا مرتبہ ملنا اور شُرطی کا انگشتِ شہادت بلند کر کے اُس کے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کرنے کی گواہی دینا اور موت کے بعد بھی اُس کی انگشتِ شہادت کا بلند رہنا، بیت اللہ میں لاکھوں حجاج کا اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنا، جنت المعلیٰ میں دائمی ٹھکانا نصیب ہونا، اگرچہ دل کو بہت ڈھارس بندھاتے ہیں، مگر کیا کروں، صبر آتے ہی آئے گا۔ مُنّا، میرے ربِ کریم کی ملکیت تھا، سو اُس نے اپنی امانت واپس لے لی۔

ہر آنکہ زاد بِنَا چار بایدش نوشید

ز جامِ دہر مَے کُلُّ مَنْ علیہا فان

''جو شخص بھی اس دنیا میں آیا اُسے دنیا کے جام سے فنا کی شراب پینی پڑے گی۔ یعنی موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔''

میں اپنے ربِ رحیم کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے اُسے حسنِ خاتمہ کی رفعت اور مجھے صبر کی نعمت سے نوازا۔ مُنّے کے لیے میرے اداس دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ اُس کی قبر کو نور سے بھر دے، اُس کے مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃ بنائے۔ آخرت کی اپنی سب نعمتیں عطا فرمائے اور لواءُ الحمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر سے پانی نصیب فرمائے اور شہداء و صالحین کے زمرہ میں اُٹھائے۔ آمین۔

اے اللہ! آپ نے ہی عطاء المکرم اور عطاء المنعم کو یتیمی عطا کی ہے۔ تو آپ ہی اِن کے حافظ و محافظ اور ناصر و حامی بن جایئے اور ماحول کی آلودگیوں سے بچایئے۔ دیندار اور غمزدہ ماں کے فرماں بردار بنایئے۔ قرآنِ پاک، علومِ دین پڑھیں اور عمل کریں۔ آمین ثم آمین۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

مبصر: ڈاکٹر محمد عمر فاروق

● **تحریک ختم نبوت منزل بہ منزل (جلد اوّل)**　　مؤلف: مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

صفحات: ۴۲۳　　　　قیمت: ۴۰۰ روپے

ناشر: قاضی احسان اکیڈمی، مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ۔ ڈاکخانہ بستی مٹھو، شجاع آباد، ضلع ملتان

برصغیر میں قادیانیت کا وَجود چونکہ برطانوی سامراج کا مرہونِ منت ہے۔ اِس لیے اِس فتنۂ ضالہ کے سدباب کے لیے سب سے زیادہ مؤثر کام بھی اسی سرزمین پر ہوا ہے۔ قادیانیت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی کے دعاوی کے رد میں برصغیر کے علماء کرام، مشائخ عظام اوراُن کے زیراثر عامۃ المسلمین کی جدوجہد تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کا زریں باب ہے۔ اِسی تاریخ کو محفوظ کرنے کے لیے مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے زیرتبصرہ کتاب کو قلم بند کیا ہے۔ اُن کی یہ سعی ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔ موصوف نے برصغیر میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کو حسب ذیل تین ادوار میں مرتب کرنے کا عزم کیا ہے:

جلد اوّل: مرزا قادیانی کے دعاوی کے رد میں مرزا کی زندگی میں ہونے والا علمی کام۔ جلد دوم: مسلک دیوبند کے متعلقین کی تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات کا احاطہ۔ جلد سوم: مجلس احرار اسلام کی محاسبۂ قادیانیت کی جدوجہد۔

مؤلف نے اپنے تحریری منصوبے کو رُوبہ عمل لاتے ہوئے کتاب کی پہلی جلد کی ترتیب حسب ذیل ابواب کے تحت کی ہے: علماء لدھیانہ کا فتوئ تکفیر۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی مرزا قادیانی کی تکفیر۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ مرزا قادیانی کے تعاقب میں۔ مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ مرزا قادیانی کے تعاقب میں۔ مولانا قاضی کرم الدینؒ کا کامیاب تعاقب۔ مولانا غلام دستگیر قصوریؒ اور مرزا قادیانی۔ مولانا محمد حسن فیضیؒ اور قادیانیت۔ مولانا سیّد نذیر حسینؒ کا فتوی۔ مولانا عبدالحکیم کلانوریؒ سے مناظرہ۔ پیر جماعت علی شاہؒ اور مرزا قادیانی۔ مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تاریخی جدوجہد۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا قادیانی۔ مفتی غلام مرتضیٰؒ کی خدمات۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ اور مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ کی ردقادیانیت میں خدمات۔

جناب مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے ماضی کی شاندار جدوجہد کو نہ صرف زندہ بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کردیا ہے۔ اُن کا یہ کارنامہ یقیناً اُن کے لیے صدقۂ جاریہ کا کام دیتا رہے گا۔ اللہ اُن کی محنت کو قبول فرمائیں اور عوام الناس کو اِس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق بخشیں، آمین، یارب العٰلمین۔

حافظ عبید اللہ

دجّال قادیاں کی تحریفات اور کذب بیانیاں

دوستو! مرزائی مذہب کی بنیاد ہے جھوٹ، دھوکہ اور فریب۔ اس مذہب کا بنیادی اصول ہے کہ اللہ جل شانہ کا قرآن اور نبی آخر الزمان ﷺ کا فرمان سارا کا سارا ایک معمہ اور چیستان ہے، قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ اشارے اور استعارے ہیں، اور یہ استعارے اور اشارے 1300 سال تک نہ کسی صحابی کو سمجھ آئے، نہ کوئی مفسر یا محدث ان کی مراد سمجھ سکا، یہ تمام لوگ ظاہری مفہوم کو ہی حقیقی سمجھ کرامت کو بتاتے رہے اور امت بھی انہی کی بات پر یقین کرتی رہی، یہاں تک کہ 13 صدیوں کے بعد ایک عرضی نویس منشی نے یہ معمے حل کیے، اسنے بتایا کہ قرآن وحدیث میں جہاں ﴿عیسی بن مریم﴾ آیا ہے اس سے مراد غلام احمد بن چراغ بی بی ہے، جہاں ﴿دمشق﴾ کا لفظ آیا ہے وہ اشارہ ہے قادیان کی طرف، ﴿باب لُدّ﴾ کا مطلب ہے لدھیانہ، ﴿مسجد اقصیٰ﴾ سے مراد قادیان کا مرزاڑہ، ﴿دجال﴾ سے مراد عیسائی فتنہ اور عیسائی پادری، ﴿دجال کو قتل کرنے﴾ کا مطلب مباحثہ میں غالب آنا، ﴿دجال کا گدھا﴾ ریل گاڑی۔ جس پر وہ خود پوری زندگی سفر کرتا رہا اور مرنے کے بعد بھی لاہور سے قادیان اسی گدھے پر لایا گیا، ﴿یروشلم﴾ کا مطلب قادیان، ﴿حضرت عیسی علیہ السلام کے دو زردی مائل چادروں میں نازل ہونے کا مطلب﴾ دوران سر، کثرت پیشاب اور پیچش کی بیماری، ﴿موت﴾ کا مطلب فتح، ﴿مریم﴾ مرزا غلام قادیانی، ﴿ابن مریم﴾ بھی مرزا غلام قادیانی وغیرہ، یہ صرف ایک نمونہ ہے ان تفسیری رازوں کا جو دجّال قادیان پر اسکے خدا (جس کا نام اس نے یلاّش بتایا ہے) نے ظاہر کیے اور اس سے پہلے نہ خیر القرون میں ان استعاروں کو کوئی سمجھ سکا اور نہ اسکے بعد مرزا کے پیدا ہونے تک کسی کو انکی ہوا لگی۔ اس نئی مرزائی لغت کے لئے دجال قادیان نے قرآن وحدیث میں بھی صریح تحریفات کیں۔

دوستو! نبی آخر الزمان حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کا فرمان ہے ﴿**من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار**﴾ جس نے بھی مجھ پر عمداً جھوٹ بولا تو اسکا ٹھکانہ جہنم ہے (**بخاری و مسلم**)، اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿**يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آبائكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم**﴾ آخری زمانے میں بہت سے دجال اور کذاب پیدا ہوں گے وہ ایسی حدیثیں تم کو سنائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی پس تم ان سے دور رہنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور آفت میں ڈال دیں (**مقدمہ صحیح مسلم : صفحہ 12 دار الکتب العلمیہ بیروت**)۔

دجّال قادیاں مرزا غلام قادیانی نے نہ صرف قرآن کریم پر صریح جھوٹ بولے بلکہ حدیث کے نام پر بھی

دھوکے دیے، کبھی اپنی طرف سے ایک جھوٹ بنا کر اسے ﴿احادیث صحیحہ﴾ لکھا، کبھی کسی حدیث کے اندر اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ کردیا، کبھی حدیث کے الفاظ میں تبدیلی کردی اور کبھی اپنی دلیل کے طور پر کوئی حدیث پیش کی لیکن اس میں سے وہ الفاظ جان بوجھ کر ذکر نہ کیے جس سے اسکے فریب کا پردہ چاک ہونے کا ڈر تھا اس طرح اس نے اپنے جہنمی اور کذاب و دجال ہونے پر مہر ثبت کردی۔

مرزائی تحریفات اور کذبات کی ایک لمبی فہرست ہے، ہم یہاں صرف نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

<u>اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر انہیں احادیث بتانے کی مثالیں:</u>

مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی نے ایک جھوٹ یہ بولا کہ وہ مسیح بن مریم اور چودھویں صدی کا مجدد ہے، یہ صرف ایک دھوکہ اور فراڈ تھا، اس لئے اس نے اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ایک اور جھوٹ بولا اور حدیث کے نام پر بولا، لکھا ﴿**احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا**﴾ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ,رخ جلد 21 صفحہ 359)، غور کریں ﴿احادیث صحیحہ﴾ جمع ہے یعنی بہت سی صحیح حدیثوں میں یہ بات بیان ہوئی ہے (مرزا کے دعوے کے مطابق)، مرزا کو آنجہانی ہوئے سو سال سے زیادہ ہو چکے، آج تک مرزائی امت صرف ایک صحیح حدیث ایسی پیش نہیں کرسکی جس میں نبی کریم ﷺ نے مسیح موعود کے چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا ذکر فرمایا ہو۔

اسی طرح مرزا نے ایک جگہ لکھا ﴿ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں، اور فرمایا کہ **کان فی الھند نبیاً أسودَ اللون اسمہ کاھناً** یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اسکا کاہن تھا یعنی کنھیا جسکو کرشن کہتے ہیں اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا زبان پارسی میں بھی خدا نے کبھی کلام کیا ہے تو فرمایا کہ ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اترا ہے﴾ (چشمہ معرفت، رخ جلد 23 صفحہ 382) ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں کہ فقرہ ﴿**کان فی الھند نبیاً**﴾ میں کان کا اسم (**نبیاً**) ہونا چاہیے یا (**نبیٌ**)، لیکن اس جگہ مرزا قادیانی نے نبی کریم ﷺ پر دو جھوٹ بولے ہیں، ایک یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ﴿ہند یعنی ہندوستان میں ایک کالے رنگ کا نبی ہوا ہے جسکا نام کنھیا تھا﴾ اور دوسرا یہ کہ ﴿آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پر فارسی میں بھی وحی اتری ہے﴾، مرزا جی تو اس حدیث کا حوالہ پیش نہ کرسکے، کیا انکا کوئی امتی حدیث کی وہ مستند کتاب دکھا سکتا ہے جس میں یہ دونوں باتیں آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہوں؟۔

<u>مرزائی پاکٹ بک کا شوشہ:</u> مرزائی پاکٹ بک (جسے دھوکوں اور لطیفوں کا مجموعہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا) کے مصنف نے اس کے جواب میں صرف چند الفاظ لکھے ہیں ﴿یہ حدیث تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف میں ہے﴾ (مرزائی پاکٹ بک، صفحہ 533) اور فارسی والی وحی کے بارے میں لکھا ہے ﴿یہ حدیث کتاب کوثر النبی باب الفاء میں ہے جو قادیان کے کتب خانے میں موجود ہے﴾ (صفحہ مذکورہ)، ہم نے بار بار مرزائی مربی حضرات سے سوال کیا ہے کہ تاریخ ہمدان کے اس صفحے کا دیدار ہی کروا دو جس پر کنھیا نامی کالے ہندوستانی نبی والی حدیث رسول ﷺ ہے یا کتاب کوثر النبی کی زیارت ہی کروا دو

جس میں فارسی زبان کی وحی والی حدیث ہے لیکن لگتا ہے قادیان کے کتب خانے سے یہ کتاب مرزا کے ساتھ ہی دفن کردی گئی ہے۔

حدیث کے الفاظ میں تبدیلی کرنے کی مثال:

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (تحفہ گولڑویہ، رخ جلد 17 صفحہ 211) کے حاشیے میں لکھا ﴿**نسائی نے ابوہریرہ سے دجال کی صفت میں یہ حدیث لکھی ہے یخرج فی آخر الزمان دجّال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن ......السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب أبی یغترون أم علی یجترئون ۔الخ، یعنی آخری زمانے میں ایک گروہ دجال نکلے گا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے یعنی اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سامال خرچ کریں گے بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے، خدا کہے گا کہ کیا تم میرے حلم کے ساتھ مغرور ہوگئے اور کیا تم میرے کلمات میں تحریف کرنے لگے جلد 7 صفحہ 174 کنزالعمال**﴾ ان عربی الفاظ کے ترجمے میں مرزا نے جوڈنڈیاں ماری ہیں ان سے تعرض کیے بغیر ہم آپ حضرات کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ مرزا نے حدیث لکھنے سے پہلے لکھا کہ (**نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے**) اور حدیث لکھنے کے بعد کنزالعمال جلد 7 صفحہ 174 کا حوالہ دیا۔ جبکہ امام نسائی نے یہ روایت نہیں کیا، اگر مرزا جی کا کوئی امتی ہمیں امام نسائی کی اس کتاب کا حوالہ دیدے جس میں انہوں نے یہ روایت ذکر کی ہے تو ہم اسکے ممنون ہوں گے۔

آگے چلنے سے پہلے ایک اور دھوکے کا پوسٹ مارٹم کردیں، اسی صفحے (یعنی رخ جلد 17 صفحہ 211) کے نیچے کتاب کے ناشر کی طرف سے بھی دوسطری حاشیہ لکھا گیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں ﴿**کنزالعمال کے موجودہ ایڈیشنوں میں تبدیلی کی گئی ہے حضرت مسیح موعود...... کے زیرنظر کنزالعمال مطبوعہ حیدرآباد دکن 1312 ہجری کا ایڈیشن تھا**﴾، کیا آپ جانتے ہیں ناشر کو یہ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس لئے کہ کنزالعمال کی اس روایت میں لفظ ﴿**دجّال**﴾ نہیں بلکہ ﴿**رجال**﴾ ہے یعنی الفاظ اس طرح ہیں ﴿**یخرج فی آخر الزمان رجال**﴾ آخری زمانے میں بہت سے آدمی یا لوگ نکلیں گے، اسکے بعد سب جمع کے صیغے ہیں جو کہ ﴿**رجال**﴾ کے متعلق ہیں، مرزا قادیانی چونکہ دجال کو ایک گروہ ثابت کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے حسب عادت ﴿**رجال**﴾ کو ﴿**دجّال**﴾ بنادیا، اوراس امام الجہلاء کو اتنا بھی علم نہ ہوا کہ (**دجال**) مفرد اور واحد ہے اسکی جمع ﴿**دجالون یا دجاجلة** وغیرہ) آتی ہے، اوراس حدیث میں آگے تمام صیغے اور ضمیریں جمع کی ہیں ...... **یختلون** ...... **یلبسون** ...... **ألسنتھم** ...... **قلوبھم** ......وغیرہ، کنزالعمال میں اس روایت کا نمبر ہے 38443 دنیا کا کوئی بھی کنزالعمال کا نسخہ اٹھالیں اس میں ﴿**رجال**﴾ ہے ﴿**دجّال**﴾ نہیں، آپ کو یہ جان کر مزید تعجب ہوگا کہ مرزا اتنا بڑا جاہل تھا کہ کنزالعمال میں شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ﴿**ت عن ابی ھریرۃ**﴾ (ت) سے مراد ہے سنن ترمذی، یعنی یہ روایت

کنز العمال کے مصنف ترمذی شریف سے لی ہے، (یاد رہے کہ کنز العمال احادیث کا ایک مجموعہ ہے جسکے اندر مختلف کتب سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے اس میں احادیث کی سند ذکر نہیں کی جاتی بلکہ روایت ذکر کرنے کے بعد جس کتاب سے وہ لی گئی ہے اسکا رمز یا اشارہ لکھ دیا جاتا ہے) جب ہم سنن ترمذی میں یہ روایت دیکھتے ہیں تو وہاں بھی لفظ ﴿رجال﴾ ہے نہ کہ ﴿دجال﴾ (دیکھیں سنن ترمذی: حدیث نمبر 2404)، اب چونکہ مرزا نے لفظ میں تحریف کی تھی اس پر پردہ ڈالنے کے لئے ناشر نے وہ حاشیہ لکھا جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، اور وہ یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ لفظ اصل میں ﴿دجّال﴾ ہی ہے اور کنز العمال کے موجودہ ایڈیشنوں میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ یہی جھوٹ مرزائی پاکٹ بک والے دھوکے باز نے بھی بولا ہے اور لکھا ہے ﴿**یہ دجّال دال کے ساتھ ہی ہے چنانچہ کنز العمال جلد 7 صفحہ 8 مطبوعہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد دکن میں دال ہی کے ساتھ ہے، قلمی نسخے میں بھی دال ہی کے ساتھ ہے**﴾ (پاکٹ بک، صفحہ 525)، اب غور کریں مرزا نے پہلے نسائی کا حوالہ دیا، اس میں ایسی کوئی روایت نہیں، پھر اس نے کنز العمال جلد 7 صفحہ 174 کا حوالہ دیا، ناشر نے حاشیہ میں لکھا کہ یہ کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن سنہ 1312 ہجری کا حوالہ ہے، پاکٹ بک والے نے جلد 7 صفحہ 8 لکھا، اب مرزائی امت بتائے کہ یہ کونسی کنز العمال ہے؟ اور صفحہ نمبر 174 ٹھیک ہے یا صفحہ نمبر 8؟ اور پھر کنز العمال کے مصنف نے یہ روایت لی ہے ترمذی سے وہاں کیا ہے؟؟ لیکن مرزائی دجل وفریب ملاحظہ کریں کہ الٹا انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ یہ جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ اصل لفظ ﴿دجّال﴾ دال کے ساتھ ہی ہے بعد میں اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ ہم نے بارہا مرزائی مربیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ کنز العمال جلد 7 کا صفحہ 174 پیش کرو جس پر یہ روایت ہے تا کہ پتہ چلے کہ وہاں کیا ہے؟ لیکن سکوت مرگ طاری ہے ۔ پھر فرض کر لیں کنز العمال کے کسی نسخے میں طباعت یا کتابت کی غلطی سے (راء) کی جگہ (دال) لکھ دیا گیا ہو تو کیا مرزا قادیانی اس قدر جاہل تھا کہ اسے یہ پتہ ہی نہ چلا کہ یہ روایت کنز العمال والے نے ترمذی سے لی ہے اور آخر میں اسکا حوالہ بھی دیا ہے تو میں ترمذی سے دیکھ لوں وہاں کیا ہے، اسے یہ بات بھی سمجھ نہ آئی کہ اس روایت میں جمع کے صیغے اور ضمیریں ہیں اور لفظ (دجّال) مفرد ہے؟ اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ نسائی میں یہ روایت سرے سے ہے ہی نہیں؟ اسکا تو یہ دعوی تھا کہ ﴿**خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے اور مجھے بتا دیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے**﴾ (اربعین نمبر 4، رخ جلد 17 صفحہ 454)۔ لیکن مرزا کے خدا (یلاّ ش) نے اسے یہ نہ بتایا کہ کنز العمال اور ترمذی میں لفظ رجال ہے دجّال نہیں اور نسائی میں تو یہ روایت ہی نہیں۔ یہ صرف تحریف ہی نہیں بلکہ مرزا کے امام الجہلاء ہونے کی نا قابل تردید دلیل بھی ہے۔

دھوکہ دینے کے لیے حدیث پیش کرتے ہوئے اسکے الفاظ حذف کر دینا:

جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا کہ امت مرزائیہ کا یہ کہنا ہے کہ احادیث رسول ﷺ میں استعارے ہی استعارے اور کنائے ہی کنائے ہیں، چنانچہ مرزا قادیانی نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ

حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام دجال کو اپنے حربے سے قتل کریں گے، اس سے مراد کوئی ظاہری ہتھیار نہیں بلکہ اس سے مراد روحانی ہتھیار اور حربہ ہے (جسے مرزا دلائل کا ہتھیار کہتا ہے) اس نے اپنی اس مرزائی منطق کے حق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث پیش کی اور لکھا ﴿**كما يدل عليه حديث رُوى عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل اخى عيسى بن مريم على جبل أفيق اماماً هادياً حكماً عدلاً بيده حربة يقتل به الدجال فقد ظهر من هذا الحديث أن الحربة سماوية لا أرضية فالقتل امر روحانى لا جسمانى**﴾ (حمامة البشری، رخ جلد 7 صفحہ 313و314) ترجمہ: اس پر حضرت ابن عباس سے مروی حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے بھائی مریم کے بیٹے عیسی (علیہما السلام) جبل افیق پر نزول فرمائیں گے ہدایت دینے والے امام بن کر اور انصاف کرنے والے حاکم بن کر انکے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل فرمائیں گے، اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ وہ حربہ آسمانی ہوگا نہ کہ زمینی پس (دجال کا) قتل بھی روحانی طور پر ہوگا نہ کہ جسمانی طور پر۔

مرزا نے یہ حدیث اپنے حق میں دلیل کے طور پر پیش کی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دجال کا قتل روحانی طور پر ہوگا نہ کہ جسمانی طور پر، ہم مرزا کے اس استدلال سے صرف نظر کرتے ہووے یہاں صرف مرزا کے فریب اور خیانت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، مرزا نے حدیث کے الفاظ پیش کرتے ہوئے اپنی یہودیانہ فطرت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اس میں سے ﴿من السماء﴾ کے لفظ نکال دیے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت کنز العمال موجود ہے اور حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق المعروف بتاریخ ابن عساکر (جلد 47 صفحہ 504) میں پوری سند کے ساتھ روایت کی ہے، اسکے الفاظ ہیں ﴿**ينزل اخى عيسى بن مريم من السماء ...... الى آخر الحديث**﴾ یعنی میرے بھائی عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے، لیکن ﴿من السماء﴾ کا لفظ چونکہ مرزا کے خلاف جاتا تھا اس لئے اس نے حدیث تو اپنی دلیل کے طور پر پیش کی لیکن یہ لفظ نکال دیا اور ایک علمی خیانت کا مرتکب ہوا۔

<u>مرزائی مربیوں کا شوشہ</u>: مرزائی مربی، مرزا کی اس خیانت کی کوئی توجیہ پیش نہیں کرسکتے، لیکن توجہ ہٹانے کے لئے یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ اس روایت کی سند پیش کرو، یہ روایت صحیح نہیں ہے اس روایت میں جبل افیق پر نازل ہونے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایات میں دمشق میں نازل ہونے کا ذکر ہے لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں وغیرہ۔ ہم ان سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ یہ روایت مرزا نے اپنے حق میں دلیل پیش کی ہے، اور اس نے اس روایت کو ہرگز ضعیف نہیں لکھا، ہمارا تو صرف یہ سوال ہے کہ اس نے یہ روایت پیش کی اور اسکے الفاظ کھا گیا اسکی کیا وجہ ہے؟ جبکہ ترجمے میں وہ خود لکھ بھی رہا ہے کہ حربہ آسمانی ہوگا، لیکن آسمان کا لفظ جان بوجھ کر ذکر نہ کیا، کہیں اسکی یہ وجہ تو نہیں کہ وہ چیلنج دے چکا تھا کہ کسی حدیث میں حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے؟ کیا خیانت کرنے والا نبی ہوسکتا ہے؟، نیز مرزا کا اپنا دعوی پہلے مذکور ہوا جس میں اس نے لکھا ہے کہ ﴿**خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے اور مجھے بتادیا ہے**

کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے ﴾ (اربعین نمبر 4، رخ جلد 17 صفحہ 454) کیا جب مرزا نے اس حدیث سے اپنے حق میں استدلال کیا تو اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ صحیح نہیں ہے؟؟ مرزا کا اس حدیث سے استدلال کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسکے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح اور ثابت شدہ ہے۔

حدیث رسول ﷺ میں اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ:

دوستو! مرزا نے نہ صرف احادیث لکھتے وقت الفاظ میں تبدیلی قطع وبرید کی وہیں اس نے حدیث کے اندر اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ بھی کیا، اسکی ایک مثال پیش خدمت ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام کے نزول کے بارے ایک مشہور حدیث شریف ہے جسکے الفاظ ہیں ﴿ **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم** ﴾ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب مریم کے بیٹے تمہارے اندر نازل ہوں گے اور (اس وقت) تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ اس حدیث کی وضاحت صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث کرتی ہے جس کے اندر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے (مسلمان نماز کی تیاری میں ہوں گے) تو انکا امام آپ سے عرض کرے گا کہ آیئے ہمیں نماز پڑھائیں تو آپ فرمائیں گے نہیں (تم ہی پڑھاؤ) کیونکہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر امیر بنایا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے اس امت (محمدیہ) کی تکریم ہے۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 156 باب نزول عیسی بن مریم)، لیکن مرزا قادیانی نے صحیح بخاری کی حدیث میں یہ تحریف معنوی کرنے کی کوشش کی کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو ابن مریم نازل ہوگا وہ تمہی میں پیدا ہوگا، اور اس اس نے لکھا ﴿ **پس ان لفظوں پر خوب غور کرنی چاہیے جو آنحضرت ﷺ لفظ ابن مریم کی تصریح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا اور تم میں سے ہی پیدا ہوگا** (یہ پیدا ہونا کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ناقل) **گویا آنحضرت ﷺ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لئے جو ابن مریم کے لفظ سے دلوں میں گذر سکتا تھا ما بعد کے لفظوں میں بطور تشریح فرمادیا کہ اسکو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو بل ھو امامکم منکم** ﴾ (ازالہ اوہام، رخ جلد 3 صفحہ 124-125)۔ جبکہ آنحضرت ﷺ نے ہرگز ﴿ بل ھو امامکم ﴾ کے الفاظ کے ساتھ ابن مریم کی تشریح نہیں فرمائی نہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں، یہ مرزا قادیانی کا اپنے ذہن کی تشریح کو حدیث میں ڈالنا ہے۔

آخر میں مرزا قادیانی کا اپنا ایک بیان پیش کر کے فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں، مرزا نے لکھا تھا ﴿ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا ﴾ (چشمہ معرفت، رخ جلد 23 صفحہ 231)۔

☆......☆......☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● ہمارے بہت ہی کرم فرما اور مہربان قاری کریم نواز رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ ماہ ملتان میں انتقال کر گئے۔ وہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور تقریباً چالیس برس تک مسجد الحرام میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے رہے۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے ہم درس اور ساتھی تھے۔ گزشتہ ماہ اپنے عزیزوں کو ملنے پاکستان تشریف لائے تو چند روزہ علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان میں نمازِ جنازہ ہوئی۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

● مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے دیرینہ کارکن ڈاکٹر محمد فیاض (شاکر کالونی) کے برادرِ خورد محمد ریاض 8 اور 9 اکتوبر کی درمیانی شب ارضِ مقدس سے وطن واپس آتے ہوئے جدہ میں انتقال کر گئے، ان کی نماز جنازہ 11۔ اکتوبر کو نماز جمعۃ المبارک کے بعد حرم شریف (مکہ مکرمہ) میں ادا کی گئیں۔

● مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے قدیم رفیق، حافظ محمد اکرم مرحوم کی اہلیہ (محمد طیب کی والدہ ماجدہ) 8۔ اکتوبر کو انتقال کر گئیں۔

● ساہیوال محمودیہ ھائی سکول کے سنیئر استاد، جامعہ رشیدیہ کے سابق محاسب اور دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے محاسب مولانا محمد دین شوق کی اہلیہ 25۔ اکتوبر کو انتقال کر گئیں، نماز جنازہ مسلم ٹاؤن ساہیوال میں 26۔ اکتوبر کو ادا کی گئی چیچہ وطنی سے عبد اللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم، مولانا منظور احمد، حافظ حبیب اللہ رشیدی، بھائی محمد رمضان اور رانا قمر الاسلام نے شرکت کی، ساہیوال سے علماء وطلباء کی بڑی تعداد بھی شریک ہوئی۔

● ہمشیر مرحومہ قاری محمد سالک: ہمارے کرم فرما قاری محمد سالک (جہانیاں منڈی) کی ہمشیر صاحبہ ۵/ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ انتقال کر گئیں

● حضرت مولانا سیف الرحمٰن المہند (مکّہ مکرّمہ) کے بہنوئی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

● حضرت مولانا سیف الرحمٰن (المہند، مکّہ مکرّمہ) کی اہلیہ محترمہ علیل ہیں۔

● جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی: مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان کے سابق ناظم ورکن مرکزی مجلس شوریٰ۔ ان دنوں شدید علیل ہیں

● حافظ محمد طارق: بہاول پور میں ہمارے مہربان اور کرم فرما، رفیقِ فکران دنوں گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

● چودھری محمد اکرام: مجلس احرارِ اسلام لاہور کے قدیم کارکن اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن۔ گزشتہ کئی ماہ سے علیل ہیں۔

● محمد بشیر چغتائی: مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر اور مجلس احرار اسلام کے مخلص کارکن، گزشتہ تین برس سے علیل ہیں۔

● محترم قاری سیف الدین صاحب (ریاض، سعودی عرب) شدید علیل ہیں

● جناب امین اللہ شیخ (راولپنڈی) کافی عرصے سے علیل ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

کھانسی
نزلہ
زکام
صُدوری اور سُعالین فوری آرام!
FOR COUGH & COLD
Suduri®
صُدوری
Hamdard
ہمدرد

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔''

(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔''

(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔